شعبۂ
تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

تعمیرِ حیات لکھنؤ
پندرہ روزہ

چندہ سالانہ
سات روپئے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۶۵ء

Regd No L 1981
Phone No 22948

TAMEER-E-HAYAT
DARULULOOM, NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ، ورم کی بہترین دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، متونا تھ بھنجن، یوپی

دار العلوم ندوۃ العلماء کا تیار کردہ نصاب

القراءة الراشدة ۳ حصے

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں اسلامی تاریخ، نامور اسلامی شخصیتوں، ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور اسکی نامور شخصیتوں کے متعلق اسباق، اسلام اور ہندوستان کی تاریخ کا خلاصہ، مشہور دینی درسگاہوں کا تعارف، معلوماتِ عامہ اور ضروری مضامین آگئے ہیں، اسکی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سبق دینی روح سے خالی نہ ہو اور وہ کسی اچھے نتیجہ یا حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہو، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے اس کو داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible] حصہ سوم [illegible]

قصص النبیین للاطفال ۵ حصے

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں ایک طرف زبان کی تعلیم کے جدید اصول اور ماہرین تعلیم و نفسیات کے تجربات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ کتاب عربی زبان کی تعلیم کا بہترین اور کامیاب ذریعہ بھی ہے، دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصوں کو ایسے پیرایہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے کہ [illegible] طلباء کے ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ [illegible] دیکھا گیا ہے!

قیمت حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible] حصہ سوم [illegible]

مختارات ۲ حصے

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

یہ کتاب عربی کی متوسط اور اعلیٰ دونوں جماعتوں کے نصاب میں داخل کرنے کے لائق ہے اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اس وقت تک ادب عربی کی کوئی کتاب اس کا بدل نہیں بلکہ یہ دوسری کتابوں کا نعم البدل ہے، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد کے علاوہ لکھنؤ، علیگڑھ، کلکتہ، پنجاب اور مدراس یونیورسٹیوں اور بہت سے کالجوں میں داخل نصاب ہے، شام کے کالجوں میں بھی داخل نصاب ہے۔

قیمت حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible]

منثورات

از: مولانا محمد رابع ندوی

اس کتاب میں مصنف نے ان چند ادبی ٹکڑوں کا انتخاب کیا ہے جو زبان کے محاسن [illegible] اور اسلامی جذبات پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں [illegible] مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت [illegible]

ESTD. 1903
قدرتی تیل
[illegible] درد، زخم، چوٹ، موچ، گٹھیا، جلنے میں مفید ہے
[illegible] دار الصحت [illegible] یوپی

Printed at Nadwatul U[illegible] Press LUCKNOW

مجلس مشاورت

مولانا محمد اویس ندوی، شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد اسحاق ندوی، استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا ابو العرفان ندوی، قائمقام مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا معین اللہ ندوی، ناظر شعبۂ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد رابع ندوی، ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء

منیجر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مضامین وغیرہ کے لئے خط وکتابت اس پتہ پر کی جائے

ایڈیٹر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قابلِ توجہ

تعمیر حیات کی قیمت لاگت سے بہت کم رکھی گئی ہے
اگر زیادہ سے زیادہ حضرات مستفید ہو سکیں،
اس لئے
اہل استطاعت حضرات سے پُر زور گذارش ہے کہ حوصلہ مندی سے
عطیات عطا فرما کر دینی لٹریچر کی نشر واشاعت اور ادارہ کی
اعانت میں حصہ لیں!

معاونین خصوصی سے	200 - 00
معاونین سے	100 - 00 / 50 - 00
اعزازی خریداران سے	25 - 00

پاکستان میں چندہ جمع کرنیکا پتہ
مولانا حکیم نصیر الدین صاحب
نظامی ندوی فرئیر روڈ کراچی
(مغربی پاکستان)

لکھنؤ میں تعمیر حیات کا تازہ شمارہ ملنے کا پتہ
جمیل الدین نیوز پیپر ایجنٹ نکیہ أعظم بیگ ۱۸۰ — ٤٠ لکھنؤ

مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش

- مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش کی مستند تاریخ
- مغربیت کے رجحان کے آغاز وارتقا کی کہانی
- مختلف ممالک میں تجدد کی تحریکوں کا تاریخی جائزہ
- ان کے اسباب، محرکات اور ان کا علاج
- مغربی تہذیب کے بارے میں مسلم ممالک کے صحیح رویہ کا تعین
- عصر حاضر میں ان کے کردار وپیغام کی تشریح

تالیف — مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

کاغذ اعلیٰ طباعت آفسٹ مجلد قیمت پانچ روپے

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم

از — مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

- سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء
- حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری
- سوانح حیات • صفات وکمالات • تجدیدی واصلاحی کارنامے
- خلفاء ومنتسبین ومسترشدین کا تذکرہ وتعارف،

ابتدائے ہندوستان میں تبلیغ اسلام اور خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور ان کے جانشینوں کا تذکرہ!

قیمت: مجلد مع گرد پوش چھ روپے
غیر مجلد پانچ روپے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

شعبۂ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

سالانہ
-/۷ روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے
جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۷

اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہوگیا۔ اب آپ سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر، ارسال فرمائیں یا وی، پی کی اجازت دیں تاکہ اگلا شمارہ وی، پی سے بھیجا جائے

"منیجر"

۱۰/ جولائی سنہ ۱۹۶۵ء مطابق ۱۰/ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سعید الاعظمی ندوی

نبوت کا پیغام اور ہر زمانہ میں اسکی ضرورت!

اس ترقی پذیر عہد کو جس میں انسان نے علم وصنعت اور تہذیب وتمدن کے ہر شعبہ میں عظیم ترقی کی ہے اور کامیابی کی بلند منازل کو طے کیا ہے ایک روشن دور کہا جا سکتا ہے بلاشبہ یہ وقفہ جس کو ہم بیسویں صدی کہتے ہیں تاریخ کے ان اہم ترین وقفوں میں شمار کیا جا سکتا ہے جو انسانی عزم وہمت اور فتح وکامیابی کے آئینہ دار ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو اس وقفہ میں انسانی دنیا نے جتنی ترقی کی ہے اور جیسے محیر العقول کارنامے اس میں انجام پذیر ہوئے ہیں شاید تاریخ کا ہر دور اس سے خالی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو ہم ہر اعتبار سے ایک ممتاز اور قابل فخر دور قرار دیتے ہیں۔

لیکن اگر ہم ان مادی ترقیات کا ایک سرسری جائزہ لیں تو یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ ترقی کی اس دوڑ اور اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور مسابقت کے جوش میں ہمیں یہ بالکل یاد نہ رہا کہ ان ترقیات کا مقصد کیا ہے اور زندگی کو ان کے ذریعہ کیا منافع حاصل ہو سکتے ہیں، اور وہ کون سے حدود ہیں جن سے آگے نکل کر ہم بجائے فائدہ کے سراسر نقصان اور ہلاکت کا موجب بن جائیں گے۔ ہم نے اس مقابلہ میں قطعاً یہ یاد نہیں رکھا کہ ایٹم مفید ہونے کے ساتھ جب وہ خطرناک اسلحہ کی شکل اختیار کرنے تو کس درجہ مہلک اور تباہیوں کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

ترقی کے اس بے مقصد مقابلہ میں انسان نے خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان تیار کیا، اور دنیا کو ایک خطرناک جنگ کے دروازے پر لا کھڑا کر دیا جس کے نتیجہ میں عالمی امن کا نعرہ بلند ہوا اور وقتاً فوقتاً امن کانفرنسوں کا انعقاد ناگزیر ہو کر رہ گیا۔ اب صورت یہ ہے کہ پوری دنیا اس خطرناک جنگ کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ لیکن جنگ کے اس مہیب بادل کے سرچشمہ کو روکنے کی کسی کو فکر نہیں ہے خطرناک اسلحہ اور ایٹمی ہتھیاروں کی صنعت روز بروز ترقی پذیر ہے اور ہتھیار..... بنانے والے بڑے بڑے کارخانوں کی تاسیس کا سلسلہ جاری ہے۔

اس ترقی یافتہ اور روشن عہد میں انسانی عقل کا یہ تضاد کیوں رونما ہوا؟ یہ ایک سوال ہے جس کا مختصر جواب یہ ہو سکتا ہے کہ انسان نے اپنی ان ترقیات کے اندر عقل کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ قلب کی رہنمائی نہیں حاصل کی اور اس سے مستغنی ہو کر اس نے اپنی تمام تر توجہات کو عقل کی رہنمائی پر مرکوز کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقلی اعتبار سے تو وہ بہت اونچے مرتبہ پر پہونچ گیا، لیکن قلب وضمیر کے اعتبار سے وہ بالکل صفر کے درجہ پر رہا۔

عقل ودل یا مادیت اور روحانیت کا یہ انفصال جب بھی کسی قوم میں رونما ہوتا ہے تو وہ اپنی انسانی خصوصیات کے اعتبار سے ناقص ہوتی ہے اور اس میں وہ تمام صفات نہیں موجود ہوتیں جو ایک سلیم الفطرت اور صاحب ضمیر قوم کے اندر ہونا چاہئیں۔ عقل ودل کی یہ جدائی قوموں کو کبھی صحیح راہ پر نہیں چلا سکتی اور نہ ان کے اندر زندگی کا صحیح مقصد اور وہ انسانی جذبہ پیدا کر سکتی ہے جو زندگی کے سلبی پہلوؤں کو ختم کر کے ایجابی پہلو کو قوت پہونچاتا ہے۔

چھٹی صدی عیسوی دنیا کے لئے ایک فیصلہ کن زمانہ کیوں تھا؟ اس وقت انسانیت کیوں دم توڑ رہی تھی اور

قریب تھا کہ پوری کائنات فنا ہو جائے؟

اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ اس زمانے کے انسان کو عقل کے ساتھ دل کی رہنمائی نہیں حاصل تھی وہ عقلی اعتبار سے خواہ جس سطح پر بھی رہا ہو، لیکن قلبی اعتبار سے وہ انسانیت کے دائرہ سے خارج تھا اور اسکی زندگی میں انسانی قلب وضمیر کے جو اوصاف ہونے چاہیئے ـــ وہ نہیں رہتے۔ انسانی معاشرہ میں جنگل کا قانون رائج تھا، اور انسانی اخلاق کے بجائے درندوں اور جانوروں کے اوصاف کی حکمرانی تھی، زندگی ایک چوپائے کی طرح بے مقصد گذر رہی تھی، جنگ وجدال اور خونریز لڑائیوں کا بازار ہر طرف گرم تھا۔ اور حالات اس قدر خراب ہو چکی تھی کہ اب عالم انسانیت کے باقی رہنے کا کوئی جواز نہیں رہ گیا تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے محض اپنے فضل وکرم سے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا، اس وقت دنیا کو ایک نئی زندگی ملی، انسانیت کو حیات تازہ حاصل ہوئی اور انسان ایک دفعہ پھر صحیح معنوں میں انسان بن کر جلوہ آرائے سریر کائنات ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جب نبی بن کر تشریف لائے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے پہلا سبق جو بطور وحی نازل ہوا، اس میں انسان کو دعوت فکر دی گئی تھی کہ وہ سوچے کہ آخر وہ کس طرح اس عالم وجود میں آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دعوت کو عام کیا اور انسان کو اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور کیا۔

اور جب اس نے سوچا تو اس پر کائنات کے راز کھلنا شروع ہوئے اور اللہ کی قدرت کی نشانیاں اس پر ظاہر ہونے لگیں۔ پھر اس نے انسان اور اس کی زندگی کا مقصد سمجھا اور اس کے نتیجہ میں وہ اللہ کی زمین کا وارث بنا۔

ولقد کتبنا	بیشک ہم نے توراۃ
فی الزبور من بعد	کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ
الذکر ان الارض	زمین کے وارث میرے
یرثہا عبادی الصالحون	نیک بندے بنیں گے۔

انسان نے جب انسانی زندگی کے صحیح مقصد کو پیش نظر رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے سبق اور آپ کے بتائے ہوئے راستہ کو اس نے یاد رکھا تو کائنات کی زمام کار اس کے ہاتھ میں رہی اور اسکی ذات سے مخلوق کو ہر طرح کا فائدہ پہونچتا رہا، لیکن

جب اس نے اس سبق کو بھلا دیا اور مقصد سے غافل ہو کر صرف عقل وہوس کی راہ پر گامزن ہونے کی کوشش کی تو دنیا میں طرح طرح کی خرابیاں اور فساد رونما ہوئے، اور انسانیت کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

موجودہ زمانہ جو تاریخ کا سب سے روشن دور کہا جاتا ہے اور جس میں انسان نے عقلی اعتبار سے ترقی کی بڑی بڑی منزلوں کو طے کیا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو بعثت نبوی کے ماقبل زمانہ سے بہت ملتا جلتا ہے، اس زمانے میں بھی عقل وہوس کی حکمرانی تھی اور آج بھی اسی کی حکمرانی ہے، اور کس قدر صحیح ہے یہ مقولہ کہ "انسان نے پرندوں کی طرح ہواؤں میں اڑنا اور مچھلیوں کی طرح سمندر کی تہوں میں تیرنا سیکھ لیا، لیکن اس کو انسان کی طرح زمین پر چلنا نہیں آیا۔"

اور اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنی ان تمام ترقیوں اور ایجادات میں زندگی کے صحیح مقصد کو پیش نظر نہیں رکھا اور نہ ہم نے اس راہ میں اس کی ضرورت ہی محسوس کی، اسلئے ہر ترقی بے روح اور ہر بلندی بے مقصد ہو کر رہ گئی۔ اور اس میں افادیت کا پہلو بہت کم اور ضرر وتباہی کا پہلو بہت بڑھ گیا۔

آج کی اس ترقی یافتہ دنیا کو بھی نبوت کے اسی پیغام کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی چھٹی صدی عیسوی کی دنیا کو تھی اور آج کے ترقی پذیر انسان کی رہنمائی بھی اسی پیغام کے اندر مضمر ہے جو انسانیت اور حق وصداقت کا پیغام ہے جسکو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بنکر لائے تھے یہی انسانی زندگی کا وہ لازوال پیام ہے جو رہتی دنیا تک کے لیے مشعل ہدایت ہے اور دنیا خواہ ترقی کی کتنی ہی اونچی منزل پر پہونچ جائے، لیکن وہ نبوت کے اس پیغام سے کبھی مستغنی نہیں ہو سکتی!

ـــ

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا، فروغ وادیٔ سینا

ظہور قدسی ــ چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں، چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سرو سامان سے سجائی ہے کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔

لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جانفزا کے لئے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضا وقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر وباد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیم، جمال یوسف، معجز طرازی موسیٰ، جاں نوازی مسیح، سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں ارز شاہنشاہ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبح جانفزا، وہی ساعت ہمایوں، وہی دور فرخ فال ہے۔ ارباب سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ "آج کی رات ایوان کسریٰ کے ۱۴ کنگورے گر گئے۔ آتشکدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا" لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم، شوکت روم، اوج چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے، آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتشکدۂ کفر، آذر کدۂ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بتکدے خاک میں مل گئے۔ شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کرکے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اٹھا۔ چمنستان سعادت میں بہار آگئی۔ آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا۔

یعنی یتیم عبد اللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہ حرم، حکمران عرب، فرماں روائے عالم، شہنشاہ کونین۔

شمسہ نہ مسند وہفت اختران	ختم رسل خاتم پیغمبران
احمد مرسل کہ خرد خاک اوست	ہر دو جہاں بستۂ فتراک اوست
امی وگویا بہ زبان فصیح	از الف آدم و میم مسیح
رسم ترنج است کہ در روزگار	پیش دہد میوہ، پس آرد بہار

عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے عزت واجلال ہوا۔ اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔ "علامہ شبلی نعمانی"

خودشناسی اور خداطلبی

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

اس تقریر کی پہلی قسط شمارہ ۱۵ میں آچکی ہے، تسلسل کیلئے اس کو پیش نظر رکھا جائے!

تاریخ میں امام غزالیؒ کے زمانہ سے بلکہ اور آگے حسن بصریؒ کے زمانہ سے لیکر اس زمانے تک کوئی ایسا مقام نہیں آیا کہ جس میں ایسے نمونے نہ پائے جاتے ہوں، جنھیں جو نمونے دکھائے جاتے ہیں ان سے یہ نمونے ہزارہا درجہ بہتر ہیں جن کو تم نے سنا یا پڑھا ہے؟ یہ سنۃ اللہ ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا" خدا کتنی طاقت اور تاکید سے فرماتا ہے ہمارے لئے تو معمولی طور سے بھی کہہ دینا کافی تھا، ہم تو مسلمان ہیں، ہمارے لئے تو قرآن کا ادنی اشارہ قابل حجت ہے، لیکن اس کے باوجود اس زور اور تاکید سے فرمایا کہ سنۃ اللہ یہ ہے کہ جب آپ میں صلاحیت پیدا ہو جائے گی جب استحقاق ثابت کر لیا جائیگا اور ایسے صفات پیدا کر لئے جائیں گے تو انسان کو خاک سے اٹھا کر افلاک تک پہونچا دیا جائے گا، اور مٹی سے سونا بلکہ سونا کیا وہ تو پھر بھی ایک معمولی چیز ہے گوہر شب چراغ بنا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ بار بار اپنے بندوں کے حالات بیان فرماتا ہے حتی کہ ایک پوری سورۃ ہی اسی بیان میں ہے کہ جوہر ذاتی انسان کو کہاں سے کہاں تک پہونچا دیتا ہے۔

آپ نے سورۃ یوسف پڑھی ہو گی اور پڑھا نہیں تو سنا ضرور ہو گا بہت مشہور قصہ ہے کہ ایک انسان کو گمنام کرنے کیلئے جتنے اسباب وذرائع ممکن ہو سکتے ہیں وہ سب کے سب حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے استعمال کر لئے گئے۔ انسان کو سب سے زیادہ مدد اس کے گھر اور خاندان سے حاصل ہو سکتی ہے لیکن ان کی کہانی ہی اس سے شروع ہوتی ہے کہ ان کے بھائیوں نے ہی ان سے دشمنی کی، اور ان کو گھر سے نکالنے اور باپ کی نظروں سے اوجھل کرنے کی پوری کوشش کی۔ جب گھر ہی نے کسی انسان کو رکھنے سے انکار کر دیا ہو تو اس کا کہاں ٹھکانا ہو سکتا ہے، ان کو گھر سے نکال دیا گیا، کنوئیں میں ڈالدیا گیا لیکن کتنی بڑی آزمائش تھی کہ جن لوگوں نے کنوئیں سے نکالا وہ دور دراز کا ایک قافلہ تھا اور ان کی قدر شناسی کا یہ عالم تھا کہ اونے پونے داموں میں بیچ ڈالا۔ "وشروہ بثمن بخس دراہم معدودۃ" اور خریدا کس نے؟ عزیز مصر نے اور وہ بھی غلام کی حیثیت سے خریدا۔ اور پھر ان پر وہ آزمائش آئی جو ایک نوجوان پر بڑی سے بڑی ہو سکتی ہے۔ اور ان پر وہ داغ لگانے کی کوشش کی گئی جس کے بعد انسان شریفوں کی مجلس میں بیٹھ بھی نہیں سکتا اور ان سے باتیں بھی نہیں کر سکتا سیاسی الزام تو کبھی اور خاص طور سے اس زمانے میں ترقی کا باعث بن جاتے ہیں بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ انسان سیاسی جرم میں قید ہونے کے بعد مشہور ہو گیا ہے اور ترقی کے اعلیٰ منازل پر پہونچ گیا ہے۔ لیکن دنیا کی اور انسانیت کی تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملیگی کہ کسی پر اخلاقی الزام لگا دیا گیا ہو اور وہ اس طرح چمکا ہو جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام چمکے خود جیل بھیجدیئے گئے، وہاں بھی اخلاقی مجرموں کے ساتھ جن کا کوئی وقار نہیں ہوتا۔ لیکن اس لعل کی روشنی وہاں بھی پھوٹی اور یہ گوہر وہاں بھی چمکا، انھوں نے اپنی سیرت اور کردار سے ایسا مقام پیدا کر لیا جس سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت بیٹھ گئی، انھوں نے وہاں کے اخلاقی قیدیوں کی ہدایت شروع کر دی، اور یہ ثابت کر دیا کہ جو شخص جیل میں آیا ہے اور اس ناخوشگوار اور تاریک فضا میں مقید کر دیا گیا ہے وہ اس کا مستحق نہیں تھا بلکہ وہ دنیا کی اعلیٰ ترین منازل کا مستحق تھا۔ ان کو اسیر زنداں کر دیا گیا۔ جیل کے گوشے میں کھڑا کر دیا گیا لیکن جوہر ذاتی چمکا اور اپنا بلند ترین مقام پیدا کر لیا حتی کہ لوگ ان کے پاس آنے لگے اور اپنے اہم مسائل میں رجوع کرنے لگے، جیل کے دو ساتھیوں نے خواب دیکھا اور تعبیر پوچھی آپ نے پہلے تو ان کو رشد وہدایت کی دعوت دی، تبلیغ دین کے فرائض انجام دیئے پھر تعبیر بتائی اور وہ تعبیر صحیح نکلی اور کچھ ہی دنوں میں ایسا شہرہ ہوا کہ ملک کو اور ارباب ملک کو اس کا احساس ہو گیا کہ جس کو انھوں نے جیل بھیجدیا، اس کی تو ملک کو ضرورت ہے، جس کو انھوں نے زنداں میں بند کیا ہے اسکو تو ملک کے اہم ترین مسائل حل کرنے ہیں۔ چنانچہ ان سے ملکی مسائل میں رجوع کیا جانے لگا، اور بادشاہ نے گذارش کی کہ وہ جیل سے باہر آئیں اور ملکی انتظامات میں حصہ لیں لیکن صاف کہہ دیا کہ "ارجع الی ربک فاسئلہ ما بال النسوۃ اللاتی قطعن ایدیہن" تاکہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے کہ وہ رعایت اور مراسم شاہانہ کی بنا پر جیل سے نکالدیئے گئے ہیں۔ وہ در حقیقت مجرم تو تھے لیکن بادشاہ نے کسی وجہ سے ان کی پردہ پوشی کی اور جیل سے نکال دیا۔ اسی بنا پر اس بندۂ خدا نے صاف صاف انکار کر دیا کہ جب تک میرے معاملے کی تحقیق نہیں ہو جائے گی میں جیل سے باہر نہیں ہو سکتا، چنانچہ تحقیق ہوئی اور وہ بالکل بری نکلے اور کہنے والے نے کہا کہ "الآن حصحص الحق" تب وہ جیل سے آئے اور نہایت ہی اہم ذمہ داری لی کہا کہ "اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم" کہ خدا نے مجھے حفاظت اور علم کی دو ایسی صلاحیتیں عطا کی ہیں جس کی بنا پر میں اس ذمہ داری کو ادا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ان کو وزارت خوراک جیسی نازک اور اہم وزارت سپرد کی گئی، آپ جانتے ہی ہیں کہ تمام ممالک میں خوراک کا مسئلہ کتنا نازک ہوتا ہے۔ اور خاص کر ہمارے ملک میں تو نہایت ہی اہم مسئلہ ہے، پھر ان کے بھائی ان کے پاس دست بستہ حاضر ہوئے، ملے گئے اور پھر جب اصرار شدید ہوا تو کہا "ءانک لانت یوسف" قال انا یوسف وھذا اخی" ۔ اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے جو وعظ فرمایا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ خوب غور سے سن لیں، یہ ہماری کم ہمتی اور ہماری بزدلی کی سب سے بڑی علامت ہے کہ ہم زمانے کو دیکھتے ہیں، زمانہ کبھی سازگار رہا ہے نہ کبھی سازگار رہے گا، زمانے نے کبھی خود بڑھ کر کسی کا استقبال نہیں کیا ہے، جو ہر ذاتی کے سامنے زمانہ جھکتا ہے، اخلاق اور کمال اخلاق کے

کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ بڑھکر اس کو ہاتھوں ہاتھ لے، انھوں نے جو کچھ کہا وہ قیامت تک باقی رہے گا اور اسی طرح پائندہ و تابندہ رہے گا جیسے ابتک رہا ہے وہ ہمیشہ ڈوبنے والوں کے لئے سہارا ہے۔ ہم جو کہتے ہیں کہ زمانے میں ہماری کوئی جگہ نہیں ہم کو عربی کیوں پڑھائی جاتی ہے۔ ہم یہ بھی کہنے سے گریز نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے والدین کی مغفرت فرمائے انھوں نے عربی لائن میں لگاکر ایک بہت بڑی غلطی کی ہے اور اگر وہ زندہ ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے انھوں نے عربی پڑھاکر ہماری زندگی برباد کی ہے غرضیکہ ہمارے سینوں میں شکایات کا ایک دریا ابلتا ہے کہ ہمکو یہاں کیوں بھیجا گیا۔

میرے عزیزو! اگر تم کو دودھ میں رکھا جاتا اور اشرفیوں سے تولا جاتا، اور ہوا میں اڑایا جاتا لیکن تمہارے اندر جوہر ذاتی نہیں، اخلاق و صفات نہیں حالات کا مقابلہ کرنے کی قوت نہیں، خدا پر اعتقاد اور اس کی اس بے بہا نعمت پر ناز نہیں، ایمان و یقین کی دولت نہیں تو یہ دنیا کی بڑی سے بڑی دانشگاہ بڑی سے بڑی یونیورسٹی تم کو کسی کام کا نہیں بنا سکتی دیکھو کتنے بڑے بڑے علماء کتنے بڑے بڑے فضلاء اور کیسے کیسے عظیم الشان بادشاہ گزرے ہیں لیکن ان کی اولاد کسی کام کی نہیں ہوئی کیا ان کو کسی چیز کی کمی تھی؟ اورنگزیب عالمگیر رح کو دیکھو کیسے کیسے اساطین علم اور کیسے کیسے ماہرین فن اس کے زمانہ میں موجود تھے، اورنگزیب کو اپنی اولاد کیلئے اچھے سے اچھے اساتذہ کے انتخاب میں کوئی دشواری نہیں تھی اسکو بڑی سے بڑی دانشگاہ کے قائم کرنے میں کوئی دقت نہیں تھی، لیکن وہ ناکام رہا اور اس کے شاہزادے معظم شاہ اور اعظم شاہ کسی کام کے نہ ہوئے، لیکن اس کے برعکس ایک غریب ابو حامد الغزالی جس کے باپ نے وفات کے وقت ان کو دوست کے سپرد کردیا تھا، دوست نے ان کی تربیت کی اور تعلیم دی، لیکن باپ کی دولت ختم ہوچکی تو انھوں نے کہدیا اب باپ کی کمائی ہوئی دولت ختم ہوچکی اب تم جو چاہو کرو اور جس طرح چاہو تعلیم حاصل کرسکتے ہو لیکن دنیا نے دیکھا کہ وہ احمد و محمد کیا بنے اور، اعظم شاہ اور معظم شاہ کیا بنے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا اعلان تمہارے لئے زندگی کا سرچشمہ ہے، ان کو کنوئیں میں ڈالا گیا، زندان میں ڈالا گیا اور ان پر سنگین ترین الزام لگایا گیا، غرضیکہ دنیا کی ساری طاقتیں ان کی مخالفت کے لئے ابھر آئیں لیکن ان کا جوہر ذاتی چمکا، ان کا جلال جمال، صداقت اور برتری واضح ہوکر آیا۔ ان کی عصمت ان کا استحقاق ان کی امانت ان کی وفا آفتاب کی طرح چمکتی ہوئی سامنے آئی، اور انھوں نے کہا "قد من اللہ علینا" اور پھر وہ عظیم سبب بیان کیا جو دنیا کے سارے دردکا درماں ہے اور ہر انسان کی زندگی کیلئے مشعل راہ ہے کیا کہا؟ "انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین" یہ ایک ایسا عظیم جملہ ہے اور ایک ایسا بامعنی اور پرتاثیر محرک ہے جو ہر انسان کو ترقی کے اعلیٰ منازل پر پہونچا سکتا ہے اگر میری بات مان لی جائے تو میں کہتا ہوں کہ تمام مدرسوں اور اداروں کے دروازے پر یہ لکھ کر آویزاں کردینا چاہیئے انھوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تقویٰ اور صبر ایسی طاقت ہے جو انسان کو ایسے ناساعد حالات میں بھی یوسف علیہ السلام کے درجے تک پہونچا سکتی ہے۔

تم سو بار حج کرآؤ، دنیا بھر کی سیر کرلو، اور ڈاکٹریٹ کرلو، کیمبرج اور آکسفورڈ کے طالب علم ہوجاؤ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں، قارون اپنے خزانے کے باوجود فرعون اپنی سلطنت کے ساتھ اور نمرود اپنے ان تمام وسائل کے ساتھ اور ذرائع کے ساتھ جو اس کے لئے مہیا تھے، ہمیشہ ناکام رہے، لیکن جن لوگوں نے اخلاص و صبر سے کام لیا وہ کامیاب رہے۔ دنیا کا بڑے سے بڑا عالم، محقق ناکام لیکن صاحبِ اخلاص و تقویٰ و صبر کامیاب اگر وقت اجازت دیتا تو میں نام لے لے کر کہتا کہ فلاں ادیب ناکام، فلاں مفکر ناکام فلاں مصنف ناکام، اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو تم بہت کامیاب سمجھتے ہو، لیکن اللہ کی نظروں میں ان سے بڑا ناکام کوئی نہیں، تاریخ بتاتی ہے اور دوست و دشمن سب اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ عمر رض کامیاب اور عمر ابن عبدالعزیز رح کامیاب، اور دنیا کے سارے ملکوں کے صدر، نائب صدر اور وزیر اعظم ناکام، اصل معیار یہی ہے "انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین" ایک غریب جس کے اندر صبر و تقویٰ کا جوہر ہے وہ کامیاب ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو چاہے وہ کتنا ہی بڑا آدمی ہو ناکام ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ اعلان صرف ان کے بھائیوں کے لئے نہیں تھا، یہ قیامت تک کے لئے ہے اور خاص طور سے تمہارے لئے ہے، یہ انسان کی ترقی و محبوبیت اور کامیابی و استغناء کا مقام ہے کہ حکومتیں اس کے سامنے جھکتی ہیں اور درخواست پیش کرتی ہیں، لیکن ان کے استغنیٰ کا یہ عالم ہے یہ باتیں سننا گوارا نہیں کرتے اور ان کو دیکھنا پسند نہیں کرتے، وہ خواب میں بھی اسکو دیکھنا پسند نہیں کرتے، اگر ان حضرات کو خواب میں بھی یہ نظر آجائے کہ وہ کسی ملک کے اقتدار پر قابض ہیں وہ کسی کرسی صدارت پر بیٹھے ہیں تو وہ گھبرا جاتے ہیں مغفرت طلب کرتے ہیں، خدا سے دعائیں مانگتے ہیں، توبہ و استغفار کرتے ہیں کہ اے اللہ! مجھ سے کونسی غلطی ہوگئی ہے جس کے جرم میں مجھے یہ سزا دی گئی ہے۔

میرے عزیزو! تم دھوکے میں ہو تم کو تمہارے ساتھیوں نے دھوکہ دیا ہے، تمہارے دماغوں نے دھوکہ دیا ہے، تمہارے ماحول نے تم کو دھوکہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم ناکام ہو۔ اگر تم یہ سوچتے ہو کہ تم ناکام ہو تو تم سے بڑا ناکام کوئی نہیں وہ اسکولوں اور کالجوں کے لڑکے تم سے زیادہ کامیاب ہیں جن کی نظریں محض دنیا کی طرف ہیں، بھلا وہ اپنے پاس ایک پرزہ تو رکھتے ہیں، وہ اپنے ذہن میں دوسری زبان کے چند الفاظ تو رکھتے ہیں، لیکن اگر تمہارے پاس وہ جوہر ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تھا تو تم سے بڑا کامیاب کوئی نہیں، اس کے سامنے یہ حکومت اور دنیا کے ٹھیکرے اور قارون کے خزانے کیا چیز ہیں؟ اگر کوئی تم سے کہے کہ تم ناکام ہو تو اس کے ایمان میں شبہ ہے اسکو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہئے، اسلئے کہ قرآن تمہاری کامیابی کی ضمانت دے رہا ہے،

ایک بزرگ تھے، جو لاہور میں ایک مرتبہ ایک خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، جاڑوں کا زمانہ تھا، اور سب دھوپ کھا رہے تھے اور جوئیں مار رہے تھے، اتنے میں ایک شور ہوا معلوم ہوا کہ اورنگزیب کی سواری آرہی ہے انھوں نے کہا لاحول ولا قوۃ میں سمجھا کوئی جوں پکڑی گئی ہے اور اسی کو مارا ہے، اورنگزیب سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے ان کی نگاہوں میں ہماری اتنی ہی وقعت ہے، تاریخ ان واقعات سے بھری ہوئی ہے، ایک بادشاہ آتا ہے، خواجہ میر درد کے پاس جو سالک کی حیثیت سے تو کم لیکن شاعر کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں، پاؤں میں کچھ درد تھا بادشاہ نے پیر پھیلا دیا۔ انھوں نے فوراً ٹوکا کہ آداب مجلس کے خلاف ہے، بادشاہ نے عرض کیا کہ پاؤں میں تکلیف ہے۔ تو جواب ملا کہ پھر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ غرضیکہ اسی طرح کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں اور ایسے ایسے اللہ والے گذرے ہیں جن کے وہم و گمان میں بھی یہ باتیں آجاتیں تو اس کو بہت بڑی بدقسمتی سمجھتے تھے

بقیہ صفحہ ۱۴ پر

ہوشیار اے قلبِ مضطر ہوشیار

... نامی حسینی

یادِ طیبہ آرہا ہے بار..... بار — "ہوشیار اے قلبِ مضطر ہوشیار"
ذکر کیا ہو کوچۂ محبوب کا — اسکی ہر ہر چیز پر آتا ہے پیار
گلشنِ طیبہ کی شامِ عنبریں — صبح کی بادِ نسیمِ مشکبار
سبز گنبد کا جمالِ دلفروز — وہ شبِ ماہِ مدینہ نوربار
روضۂ جنت و محرابُ النبی — بر سجدہ ہونیوالوں کی قطار
حاضری آقا کے در خدام کی — سر جھکائے دل کو تھامے اشکبار
روضۂ اطہر پہ صبح و شام کو — وہ سلاموں کی بہار اندر بہار
ہائے وہ پیاری گھڑی کب آئیگی — ہوگا جب حاصل مجھے دیدارِ یار
انتظارِ وصل ہے صبر آزما — ٹوٹ ہی جائے طلسمِ انتظار
کاش مجھ میں طاقتِ پرواز ہو — اُڑ کے پہونچوں اپنے آقا کے دیار
چھوڑ دوں اپنے دلِ بیتاب کو — جب قریب آئے مدینہ کا حصار
میں چلوں چلکر تھموں تھم کر چلوں — گنگناتا جھومتا مستانہ وار
روضۂ اقدس پہ ہو جب حاضری — ہوں لگے اس دم مرے اشکوں کے تار
تھام کر پردے حریمِ خاص کے — میں کروں عرض اے حبیبِ کردگار
السلام اے راحتِ قلب و نظر — السلام اے رحمتِ پروردگار
السلام اے باعثِ نور و سرور — السلام اے وجہِ تسکین و قرار
السلام اے محسنِ انسانیت — السلام اے بیکسوں کے غمگسار
حاضری کے گرچہ میں لائق نہیں — ہوں ذلیل و کم نظر بے اعتبار
ہے مگر اک خاص نسبت آپ سے — ہوں غلامِ بے نوا و خاکسار
آپ کی الفت میں دیوانہ ہوں میں — آپ ہی کے عشق کا ہوں بادہ خوار
آپ ہیں میری نگاہِ مست میں — آفتابِ شوق و جانِ انتظار
خوب دل بھر کر سناؤں حالِ دل — ہمکلامی کا ملے جو افتخار
بارشِ عرقِ ندامت اِس طرف — اُس طرف ہو نور و رحمت کی پھوار
اِس طرف ہو عشق و مستی درد و سوز — اُس طرف ہو اک تبسم نوبہار
دیر تک کہتا رہوں روتا رہوں — حسرتیں دل کی نکالوں بار بار
پھر بھی لاکھوں حسرتیں لیکر اٹھوں — انمیں ہو اک ایک حسرت دلفگار
آبلہ پا آپکی گلیوں میں پھر — کر کے اپنا جیب و دامن تار تار
نام لے لے کر پھروں میں آپکا — رات دن شام و سحر دیوانہ وار
آپ کے قدموں پہ میں دم توڑ دوں — جان دیدوں آپ پر پروانہ وار
ایک گوشہ میں بقیعِ پاک کے — خاک کا پیوند ہوں زیرِ جدار

پھر نصیبا جاگ جائے گا مرا — ہوگا میرا خوش نصیبوں میں شمار"
ہاں اسی صورت میں پھر آجائیگا — "عمر بھر کی بیقراری کو قرار

طاقت کا غرور

سعید الرحمٰن الاعظمی

ہم اس وقت ایک ظالم اور متکبر بادشاہ کے سامنے ہیں، ایک ایسے سرکش حکمراں کے سامنے جس کی آنکھوں پر تکبر و سرکشی کی غلیظ چادر چڑھی ہوئی ہے اور جو اپنی حماقت و کند ذہنی کیوجہ سے خدائی کا دعویدار ہے اور أنا ربکم الاعلیٰ کا اعلان کر رہا ہے۔ یہ اپنے وقت کا سب بڑا سرکش اور ظالم و متکبر بادشاہ فرعون ہے، فرعون سرزمین مصر کا حکمراں، جس نے پوری قوم کو غلام بنا رکھا ہے، اور رعایا کو انتہائی دست و پا سمجھ کر ذلت و غلامی کے بندھن میں جکڑنا چاہتا ہے، وہ فرعون جو اشرف المخلوقات انسان کو جانور سے زیادہ حیثیت دینے کو تیار نہیں، اور جس نے دنیا کی سب عظیم امت اور اپنے وقت کی بلند و برتر قوم بنی اسرائیل کو ہمیشہ کے لئے قعر ذلت میں دھکیل دینے کے لئے پوری قوت صرف کر دی ہے، جو ایک نبی کی اولاد کو ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے وہ اپنے آخری حربہ کو استعمال کر رہا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو فرعون کی یہ سرکشی، اس کا استکبار اور اس کی حماقت پسند نہیں آئی، اس نے چاہا کہ اس قوم کو عزت و بلندی کے اس مرتبہ پر قائم رکھے جو ان کا حق تھا اور غلامی و ذلت کی تاریکیوں سے نکال کر ایک ایسی روشنی ان کو عطا کرے جو، جتنی دنیا تک باقی رہے اور جو آنے والی قوموں کے لئے مشعل ہدایت بن سکے، چنانچہ اس روشنی کا سب پہلا نور اسی قوم کے ایک نومولود بچے کو، اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا جن کا نام موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مختلف آزمائشوں اور امتحانات کے گذرنے کے بعد اب نور نبوت سے سرفراز ہو چکے ہیں، رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن ہے، وہ فرعون سے مقابلہ کرنے کے جذبے سے سرشار ہیں، ظلم و تکبر کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہیں اور انسان کو اس کے حقیقی مرتبہ پر واپس لانے اور غلامی کے پھندے سے نجات دلانے کیلئے پوری طرح کمربستہ، اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کی امانت عطا فرمائی اور ہر موقع پر اپنی مدد ان کیساتھ رکھی، اور بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دی اور اپنی پوری مدد کا ان کو یقین دلایا۔

یقین کی بے پناہ قوت اور ایمان کے جذبہ سے سرشار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام ظالم فرعون کے دربار میں پہونچے، اور اس سے قوم کو آزاد کرنے کا مطالبہ کیا، ایمان کی دعوت دی، اور خدائے واحد کو معبود ماننے کا مطالبہ کیا۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی یہ جرأت دیکھ کر کہا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا تم وہی شخص نہیں ہو جس کی ہم نے بچپن میں پرورش کی، اور تم ایک مدت تک یہاں مقیم رہے، اس کے باوجود تم نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، بلکہ وہ سراسر کفران نعمت ہے احسان ناشناسی ہے،

موسیٰ علیہ السلام نے تلخ لہجے میں فرمایا کہ — بنی اسرائیل کو تم نے غلام بنا لیا، یہی تمہارا وہ احسان ہے جسے تم جتا رہے ہو! اے اللہ کے بندوں کو غلام بنانے والے ظالم حکمراں تو نے میری قوم کو غلام بنایا ان کو حقیر سمجھا اور طرح طرح سے ان کی توہین کی، کیا یہی تیرا وہ عظیم احسان ہے جو تو یاد دلا رہا ہے، اور احسان مند ہونے کا مطالبہ کر رہا ہے۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حق گوئی سے فرعون کا دربار گونج اٹھا، اور فرعون کی خدائی لاجواب ہو کر رہ گئی لیکن سلطنت کے غرور اور عزت و عظمت کے نشہ نے فرعون کے اندر انتقام کی آگ بھڑکا دی، اس کے درباریوں نے اس آگ کو مزید ہوا دی، اور انھوں نے کہا کہ: کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اسی طرح چھوڑ دیجئے گا کہ وہ زمین میں فساد برپا کریں، اور آپ اور آپ کے معبودوں سے منہ موڑ لیں۔

فرعون نے جواب دیا کہ، وہ دن دور نہیں جب کہ ہم ان سے اس کا انتقام لیں گے۔ اور ان کی عورتوں کو چھوڑ کر ان کے تمام مردوں کو موت کے گھاٹ اتار دینگے اور ان کو ہماری بالادستی کے سامنے جھکنا پڑے گا۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم فرعون کی یہ دھمکی سنکر گھبرا گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اطمینان دلایا، اور ان سے کہا کہ تم لوگ اللہ سے مدد طلب کرو، اور صبر کرو اور یہ بھی یاد رکھو کہ زمین اللہ کی ہے وہ جسکو چاہے اس کا وارث بنائے، اور نیک انجام تو ہمیشہ اللہ سے ڈرنے والوں کا رہا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے اخلاص و ایمان کی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ فرعون کے جادوگروں نے جو خاص فرعون کے پروردہ اور اس کی رعایا تھے، اور جو فرعون کی خدائی اور اس کی ربوبیت کے معترف تھے اور موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کیلئے پوری طرح تیار ہو کر آئے تھے۔ انھوں نے بھی مقابلہ کی تاب نہ لاکر فرعون کے بھرے دربار میں صاف صاف اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لائے۔

"جادوگر سجدے میں گر گئے، اور انھوں نے کہا کہ ہم رب العلمین پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔"

فرعون یہ کیفیت دیکھکر غصہ سے پاگل ہو گیا اور اس نے جادوگروں کو دھمکی دی کہ تم نے اس شہر سے لوگوں کو نکالنے کی سازش کی ہے تو اس کا انجام تمکو جلد ہی معلوم ہو جائیگا، تمہارے ہاتھ پیر مخالف سمت سے کاٹ دونگا اور تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا،

ایمان لانیوالے جادوگروں نے نہایت بہادری اور جرأت کے ساتھ صاف صاف یہ اعلان کر دیا کہ "تم کو جو کچھ کرنا ہو کر لو۔ زیادہ سے زیادہ تم ہماری اس دنیاوی زندگی کا خاتمہ کر دو گے۔ اور کوئی حرج نہیں ہم تو اپنے رب سے ملنے والے ہیں"

اسکے بعد فرعون کا جو حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں، یہ مختصر سی کہانی ہے ایک ابھرتی ہوئی قوم کے مٹنے اور مٹتی ہوئی قوم کے ابھرنے کی جو عبرتوں سے لبریز ہے، اور جس میں قوموں کے عروج و زوال کی پوری تاریخ موجود ہے۔

بقیہ نادرشاہ صفحہ ۸ کا

کی کوشش کی، ان لوگوں کے ناک کان کاٹ کر شہر واپس کر دیا گیا، اس زبردست ظلم کے خلاف واویلا مچاتا ہوا ایک وفد نادرشاہ سے ملا، آخر کار اس نے ان لوگوں کو فریدآباد جاکر کھانے پینے کا سامان لانیکی اجازت دیدی۔!

لیکن ابھی تک شہر کے قریبی دیہات محفوظ نہیں تھے، ایرانی دستے دارالسلطنت کے ۳۰، ۴۰ میل کے دائرے میں گشت کر رہے تھے، دیہاتوں کو غارت کیا جا رہا تھا، کھیت برباد کئے جا رہے تھے جس نے بھی تھوڑی دیر مزاحمت کی کوشش کی، ان کو قتل کر دیا گیا۔!

جنگ کرنال کے بعد ایرانیوں کے ایک دستہ کو تھانیسر پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کر دیا گیا تھا یہاں پہونچکر ان لوگوں نے شہر کو غارت کرکے

گذشتہ سے پیوستہ

نادرشاہ کا دہلی میں

فاتحانہ داخلہ اور قتلِ عام

(حافظ محمد حسان علوی، ایم، اے)

— ۲ —

یہ افواہ کہ ان کا بادشاہ قتل کر ڈالا گیا ہے، ایرانیوں کے دل ان کے جسموں سے باہر آ گئے اسطرح بددل اور پژمردہ ہو کر یہ لوگ منظم ہو کر ہندوستانیوں کا مقابلہ نہ کر سکے، یہ شورش فسادیوں کے لئے بہت کامیاب ثابت ہوئی اور ایرانیوں کی کمزوری کی داستان سنا گئی، تمام رات خوفناک اور بے دردانہ قتل کی وارداتیں جاری رہیں، اور دوسرے دن صبح ۲ بجے کے قریب لوگوں کی مجنونانہ کیفیت میں کمی آئی۔ یہ کمی لڑنے والوں کی تھکاوٹ کی وجہ سے واقع ہوئی تھی، لیکن صبح کی پو پھوٹتے ہی نئی طاقت و قوت نے پھر دوبارہ جنم لے لیا۔

ہرچرن داس اپنی کتاب چہار گلزار شجاعی میں پوری ذمہ داری کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ "تیرہویں تاریخ کو ہولی کے تہوار کے موقع پر پست طبقہ کے ہندو عوام نشہ سے مست و بے خود تھے کہ ایکدم سے ایرانیوں کے حملوں سے ان میں بے چینی اور اضطراب پھیل گیا، ان لوگوں نے ہندوستانیوں کی عورتوں، بچوں اور ان کے ساز و سامان پر حملے شروع کر دیے تھے"!

میرے خیال میں ہرچرن داس کا بیان ممکنات سے کوسوں دور نظر آتا ہے، اس لئے کہ نادرشاہ کو پہونچے ہوئے ابھی صرف ایک ہی گھنٹہ ہوا تھا، تاوان جنگ سے متعلق اور دوسری قسم کی باتیں چل ہی رہی تھیں، اور نادرشاہ ایسا بیوقوف نہیں تھا کہ وہ قبل از وقت دہلی کے باشندوں میں خوف و ہراس پھیلا کر اپنے سپاہیوں کو ایک غیر ملک میں خطرات سے دوچار کرا دیتا، تمام دوسرے مورخین نے ہندوستانیوں کو حملہ آور قرار دیا ہے، امن پسند، شریف اور اونچے طبقہ کے لوگ ان فتنہ پرور باتوں سے بالکل الگ رہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے فتنوں اور شورش کو دبانے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی، اس قسم کی افراتفری پھیلنے کا ایک سبب اور بھی تھا کہ پرانی حکومت نے دفاعی محکمہ کو ختم کر دیا تھا، صاحب حیثیت لوگ خود ان موقعوں پر اپنی ذاتی حفاظتی تدابیر اختیار کرنے میں لگے ہوتے تھے، حکومت نے اس معاملہ میں کسی قسم کی مدد دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس طرح ہر شخص اپنی جگہ خود مختار تھا اور اپنی اپنی مرضی سے "اپنی مدد آپ" کے اصول پر چل رہا تھا۔

اس بارہ میں ہینوے کا بیان سب سے زیادہ مستند قرار دیا جا سکتا ہے، وہ کہتا ہے کہ:-

"اس شورش و فساد کی اصلیت یہ ہے کہ تہماسپ خان جالیر نے ایرانیوں کے ایک مسلح دستہ کو پہاڑ گنج کے غلہ بازار روانہ کر دیا اور حکم دے دیا کہ وہ دوکانیں کھلوا کر قیمتوں کا تعین کر دیں غلہ کے بیوپاری مقرر کردہ بھاؤ سے مطمئن نہ ہوئے، ایک مجمع لگ گیا، سید نیاز خان اور دوسرے ممتاز لوگ ایرانیوں کے سر پر آ پہونچے اور ان کو قتل کرنا شروع کر دیا، اتنے ہی میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نادرشاہ قتل کر ڈالا گیا ہے، اس خبر نے ہنگامہ برپا کر دیا، اور پھر لوگ بے قابو ہو گئے"!

شیخ علی حزیں اپنی ڈائری میں بیان کرتا ہے کہ "کچھ لوگوں نے نادرشاہ سے اپنے گھروں کی حفاظت کے لئے مسلح محافظ مانگ لئے تھے، وہ ان لوگوں نے اس مشتعل مجمع کے حوالے کر دیئے اور کچھ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالا"!

عبدالکریم کاشمیری بیان واقعہ میں لکھتا ہے کہ — محافظوں کو پوشیدہ کر دیا گیا تھا اور بعد میں ان ہی محافظوں کی موجودگی نے نادرشاہ کے سپاہیوں کے تشدد و انتقام سے ان کے گھروں کو بچا لیا تھا، اور نیز ان کی وجہ سے غریب گھرانے کے لوگ بھی اپنی حفاظت کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے —!

جب نادرشاہ کے پاس شروع شب میں ان حملوں کی خبریں لائی گئیں تو اس نے ہمت افزائی نہیں کی، بلکہ اس نے سختی کے ساتھ کہا کہ — میں جانتا ہوں کہ ایرانی سپاہ دہلی کے باشندوں کے خلاف غلط افواہیں پھیلا کر اس خیال سے مجھ کو مشتعل کرنا چاہتے ہیں کہ میں ان کو قتل کرنے اور لوٹنے کے احکامات دے دوں، تب ان لوگوں کو اطمینان ہو جائے گا —!

لیکن اس قسم کی مشتعل کرنے والی خبریں بار بار ملتی رہیں تب نادرشاہ نے ایک مسلح افسر کو صحیح حالات کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا، یہ افسر جیسے ہی دروازے سے باہر آیا مشتعل مجمع نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے، دوسرے افسر کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا، تب ایرانی بادشاہ نے ایک ہزار چیدہ سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ سڑکوں اور بازاروں میں پھیل جائیں اور مجمع کو سختی کے ساتھ منتشر کر دیں، لیکن اسی دوران یہ فسادات ایک بڑے حلقہ میں پھیل گئے، جن کو ختم کرنا اس دستہ کے لئے حد سے زیادہ مشکل تھا —!

جب یہ بات نادرشاہ کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی مقررہ جگہوں پر صرف رات کے لئے واپس چلے جائیں، اور واپسی میں کسی ہندوستانی کو کوئی نقصان نہ پہونچائیں یہ لوگ حکم کے مطابق اپنی اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے اور بہت ہی خاموشی کے ساتھ رات گزار دی لیکن جب ان کی چوکیوں پر حملہ کر دیا گیا تو ان کو بھی آخر کار، اپنی حفاظت کے لئے آگے بڑھنا پڑا، شہر کے دروازوں پر ایرانی سپاہی بہت ہی تندہی کے ساتھ گشت کر رہے تھے، فسادیوں سے ان کے حلقے یا تو خالی کرائے گئے تھے یا ان کو دوسری طرف جانے کے لئے روک دیا گیا تھا،

(جہان کشا ص ۳۵۷، بیان واقعہ ص ۴۴-۴۵، علی حزیں ص ۲۹۸، ۲۹۹، اور آنند رام، ص ۴۴) —!

قتل عام کا حکم بروز اتوار ۱۱ مارچ آفتاب نکلتے ہی ہنگامے پھر سے شروع ہوگئے، نادرشاہ مسلح ہوکر گھوڑے پر سوار ہوا، اس کے چاروں طرف بڑے بڑے نیزے باز چل رہے تھے، وہ چاندنی چوک کے درمیان بنی ہوئی روشن الدولہ کی سنہری مسجد کی طرف چل نکلا، یہاں پہونچکر اس نے پتہ لگایا کہ گذشتہ شب کس طرف اور کن لوگوں نے یہ ہنگامے برپا کئے تھے، یہ معلوم ہونے پر اس نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی اور یہ اس بات کی نشانی تھی کہ فساد زدہ علاقوں کے لوگوں کا قتل عام شروع کر دیا جائے۔!

ایرانی سپاہی اب تک اپنے بادشاہ کے حکم سے اپنی تلواریں نیام میں رکھے ہوئے تھے، اور اب ان لوگوں نے حکم ملتے ہی اپنی تلواریں نیام سے نکال لیں اور اپنے دل کے حوصلے پورے کرنے لگے مکانات لوٹے گئے، جلائے گئے، اور لوگ قتل کئے گئے۔

ایرانیوں نے کسی قسم کا امتیاز نہیں برتا کہ کون بڈھا ہے، کون عورت ہے، اور کون بچہ ہے۔! مردوں اور بچوں کو قتل کر ڈالا گیا اور تمام عورتیں غلام بنالی گئیں۔!

ہینی وے بیان کرتا ہے کہ پاس پڑوس کے بناہ گزیں ہاجی اور دوسرے مالدار دوکانداروں نے اس افراتفری میں اپنے ہتھیار نکال لئے اور ایک جگہ جمع ہوکر بڑی بہادری سے لڑتے رہے، لیکن چونکہ تلوار نیزے وغیرہ کے استعمال کرنے کے یہ لوگ عادی نہیں تھے، اس لئے بیچارے اپنے ہاتھوں میں تلواریں لئے ہی لئے قتل ہوکر رہ گئے۔!

ایرانی غارت گروں نے مکانوں میں آگ لگادی جہاں ہندو و مسلمان زخمی اور مردہ حالت میں جلکر خاک ہوگئے۔ یہ قتل عام صبح ۹ بجے شروع ہوا تھا اور ۲ بجے دن تک بغیر رکے جاری رہا۔ تب پریشان ہوکر محمد شاہ نے اپنے امرائے سلطنت نظام اور وزیر کو نادرشاہ کے پاس روانہ کیا کہ وہ اس کے غصہ اور انتقام کی آگ کو کسی نہ کسی طرح ٹھنڈا کردیں اور خطا وار رعایا کی غلطیوں کی معافی مانگ لیں۔ نادرشاہ نے ان کی درخواست بڑی ہمدردی سے سُنی، اسلئے کہ وہ بھی اس بے دردی سے خون بہانے کو پسند نہیں کرتا تھا، یہ قتل عام تو صرف اس نے حفظ ما تقدم کے طور پر کئے جانے کا حکم دیا، تاکہ کہیں ہندوستانی عوام اس کے خلاف بغاوت نہ کردیں اور پھر اس کو یہاں سے ناکام و نامراد واپس جانا پڑے گا۔!

کوتوال شہر کو حکم دیا گیا کہ وہ ایرانی جھنڈوں کے ساتھ گشت کرے اور ایرانیوں کو قتل عام کرنے سے روک دے، حکم ملتے ہی قتل عام رُک گیا۔

آنند رام، جو نادرشاہ کے قیام تک دہلی کے ایک قریبی علاقہ وکیل پورہ میں ٹھہرا ہوا تھا، بیان کرتا ہے کہ "چاندنی چوک، پھل بازار، دریبہ کلاں بازار اور جامع مسجد کے چاروں طرف کا سارا علاقہ تاخت و تاراج کر دیا گیا تھا اور ایک ایک چیز لوٹ لی گئی تھی۔"!

ہر ترین بیان کرتا ہے کہ

"قلعہ کے قریب کے دو یا تین محلے اور پہاڑ گنج کی غلہ کی آڑھت سب لوٹ لی گئی تھی۔"!

عبد الکریم بیان کرتا ہے کہ

"قلعہ کے دروازہ سے لیکر پرانی عیدگاہ کے، مغرب کی طرف، شمال میں لکڑی بازار اور جنوب میں شہر سے باہر جانیوالے دروازہ تک قتل عام اور لوٹ مار کی گئی تھی! اس کے علاوہ پہاڑ گنج میں جہاں اس شورش کی شروعات ہوئی تھی، بہت سے لوگ مشتبہ حالات میں گرفتار کئے گئے اور ان کو جمنا کے کنارے لے جاکر ان کے سر تن سے جدا کر دئے گئے تھے۔"

کوتوال شہر کے تخمینہ کے بعد مقتولین کی تعداد ۸ ہزار تھی۔! عبد الکریم نے بیس ہزار لکھی ہے، ایرانی سکریٹری نے ۳۰ ہزار مرہٹہ جھڑوں میں صرف ایک ہی مقام پر ۱۵ ہزار اور دوسرے مقامات پر تین یا چار لاکھ مقتولین کی تعداد بتائی گئی ہے۔ ہر ترین دس ایک لاکھ بتاتا ہے، ہینی وے نے ایک لاکھ دس ہزار لکھی ہے۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ دس ہزار لوگوں نے کنوؤں میں کود کر خودکشی کر لی تھی۔!

یہ تمام بازاری افواہیں ہیں جو انتہائی بے نیازہ مبالغہ پر مبنی ہیں، صحیح تحقیقات کے مطابق صرف ۲۰ ہزار افراد قتل کئے گئے تھے۔!

بیان کیا جاتا ہے کہ بہت سے شرفائے شہر نے اپنی بیویوں، بچوں، اور لڑکیوں کو قزلباسیوں کے پنجہ ظلم سے بچانے کیلئے اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالا تھا اس کے بعد وہ لوگ تلواریں لے کر نکل کھڑے ہوئے اور پھر اُن لوگوں نے ایرانیوں کو قتل کیا اسوقت کے بعد اپنے ہاتھوں سے خود ہی اپنے گلے کاٹ ڈالے، بہت سے عورتوں نے بے عزتی کی موت اور اپنی عصمتیں بچانے کے لئے کنوؤں میں چھلانگیں لگادی تھیں، لیکن اس کے علاوہ بہت سی قید کرلی گئیں اور بعد میں نادرشاہ نے حکم دیا کہ ان کو ان کے گھروں میں باعزت طریقے سے واپس کردیا جائے۔!

ہنگامہ والی رات کو دو امرائے سلطنت سید نیاز خان (وزیر کا داماد) اور شاہ نواز خان راٹے تجان کے ساتھ نادرشاہ کے ہاتھیوں کے اصطبل میں گئے اور مہاوتوں کے افسر کو قتل کرکے ہاتھیوں کو نکال لے گئے۔ ان لوگوں نے بعد میں شہر سے باہر ایک قلعہ میں اپنے آپ کو بند کرلیا اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کرتا رہا۔ شہنشاہ نے عزیز اللہ اور فولاد خان کو ان کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا، اس کے بعد یہ لوگ مع چار سو سات مسلح آدمیوں کے نادرشاہ کے سامنے لائے گئے، نادرشاہ نے ان کو قتل کرنیکا حکم صادر کردیا۔

عبد الکریم بیان کرتا ہے کہ

"ان امرائے سلطنت نے رات کے فسادات میں کسی قسم کی شمولیت نہیں کی تھی، لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں اور اپنے ساز و سامان کی حفاظت کے دوران بہت سے قزلباسیوں کو گولی سے اڑا دیا تھا، دوسرے ذمہ دار حلقے ان امرائے سلطنت کو حملہ آور تصور کرتے ہیں۔

اس قتل عام کے بعد دہلی کی سڑکیں، گلیاں، اور دوسرے متاثرہ علاقوں کے راستے چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہ گئے تھے، ہر طرف لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، نالیاں خون سے بھری ہوئی تھیں کنوؤں اور گھروں میں پڑی ہوئی لاشیں سڑ چکی تھیں ہر طرف سڑاند پھیلی ہوئی تھی، کسی کی بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ ان سڑکوں سے گزرے، آخر کار کوتوال نے نادرشاہ سے اجازت لیکر لاشوں کو سڑکوں اور کھلی ہوئی جگہوں سے جمع کیا اور پھر ان کو جلا ڈالا گیا۔! (علی حزیں اور آنند رام)

قتل عام کے بعد نادرشاہ نے تمام غلہ کی دوکانوں کو جبراً بند کرنے کے احکامات جاری کر دیئے گئے اور ان پر محافظ دستے بٹھا دیئے گئے، اس کے بعد بہت سے فوجی دستے شہر کو چاروں طرف سے گھیرنے کے لئے روانہ کئے گئے، درآمد اور برآمد پر پابندیاں لگادی گئیں، عام راستے بند کردیئے گئے۔

قتل عام سے جو لوگ بچ گئے تھے، وہ قحط کا شکار ہونے لگے۔ جن لوگوں نے دہلی سے باہر جاکر کچھ لانے

بقیہ صفحہ ۲ پر

جاپان ایک موڑ پر

محمد تسخیر حسن صدیقی ندوی

"آج جاپان کی دینی حالت کیا ہے؟ اس کا تو اندازہ تازہ ترین اطلاعات سے ہی ہوسکتا ہے لیکن آج سے پانچ سال قبل جاپان جس موڑ پر تھا (اور شاید آج بھی ہو) اس کا اندازہ امین اسلامی صاحب کے اس خط سے لگا سکتے ہیں جو انھوں نے عربی ماہنامہ "المسلمون" کے ایڈیٹر کو لکھا تھا جسے ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں، اس کو بغور پڑھئے اور جاپان میں تبلیغ دین کے مستقبل پر غور کیجئے

وہ لکھتے ہیں:

میں ترکستان کا باشندہ ہوں، لیکن قسمت سے جب ترکستان پر کمیونسٹوں کا تسلط ہوگیا، اور ہم پر طرح طرح کے ستم ڈھائے جانے لگے تو میں نے ترک وطن کا قصد کیا، اور ہندوستان روانہ ہوگیا ہندوستان میں کچھ دن قیام کرکے چین اور پھر چین سے جاپان پہونچا اور وہاں کے سب سے بڑے شہر ٹوکیو میں قیام کیا، وہاں میں تقریباً دس سال رہا اور مسلمانوں میں بہت گھل مل کر رہا، ان کے ساتھ دینی و سماجی کاموں میں برابر شریک رہتا۔ ان کو مجھ سے اتنی محبت ہوگئی تھی کہ انھوں نے متفقہ طور پر مجھے اپنا قائد و امام تسلیم کرلیا۔ لیکن افسوس کہ میری صحت نے مجھے وہاں مزید قیام کی اجازت نہ دی اور مجبوراً مجھے جاپان چھوڑ کر عرب ممالک کی راہ لینی پڑی۔ اس طویل عرصہ میں میں نے جاپان کے مسلمانوں اور وہاں اسلام کی ترقی کے بارے میں جو اندازہ لگایا اُسے میں ذیل میں مختصراً پیش کر رہا ہوں۔

جاپان میں مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰۰ جن میں سے اکثر وہ ہیں جو پہلی جنگ عظیم کے بعد روس سے ترک وطن کرکے چلے آئے ہیں اس کے علاوہ انڈونیشیا، پاکستان، ہندوستان، چین، فلپائن، سعودی عرب، لبنان، مصر، سوریا، ایران کے مسلمان بھی وہاں خاصی تعداد میں ہیں، اور تھوڑے سے مقامی مسلمان ہیں جو ابھی حال میں ہی اسلام لائے ہیں۔

مساجد! جاپان میں کل تین مسجدیں تھیں، جو "کوبی، ٹوکیو، ناگویا" میں تھیں لیکن دوسری جنگ عظیم میں ناگویا کی مسجد خاکستر ہوگئی اور باقی دونوں بفضلہ تعالیٰ اب تک موجود ہیں

مسلمانوں کی حالت اگرچہ جاپان میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل ہے، لیکن جتنے مسلمان بھی ہیں وہ اپنے دین پر مضبوطی سے قائم ہیں، تمام دینی شعائر پر عمل اور ان کا احترام کرتے ہیں مسلمانوں میں آپس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے سب ایک قائد کے پیچھے چلتے ہیں، انھوں نے چند دینی ادارے بھی قائم کر رکھے ہیں جن میں ان کے بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں، لیکن چونکہ دینی تعلیم کا کوئی مستقبل وہاں نہیں ہے اس لئے ضرورت بھر دینی تعلیم دلانے کے بعد ان بچوں کو عصری تعلیم کے مدارس میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جہاں پر دینی بیزاری کی ہی تعلیم ہوتی ہے۔

جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ کہ وہاں علماء اور دینی اساتذہ کی بہت قلت ہے جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیم کا صحیح انتظام نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر اس کی طرف توجہ نہ کی گئی اور کام اسی رفتار سے چلتا رہا تو جاپان میں اسلام کا مستقبل خطرہ میں ہوگا اس لئے ضرورت ہے کہ ان خطرات کی طرف توجہ کی جائے اُن کو دور کرنیکی حسب ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ ایسے علماء، تبلیغ دین کی غرض سے جاپان کا سفر کریں جو دین کے جذبے سے سرشار اور دین کی نشر و اشاعت کے لئے بھیجیں ہوں، ان میں خلوص و جذبۂ تبلیغ کوٹ کوٹ کر بھرا ہو، وہ جاپان پہونچ کر وہاں کی جدت سے مرعوب نہ ہوں اور اپنے کام میں یکسو ہوکر لگ جائیں اگر ایسا ہوگیا تو امید ہے کہ وہاں اسلام کا مستقبل تابناک ہوگا۔

۲۔ جاپان میں دینی کتابوں کی قلت کی عام شکایت ہے، بسا اوقات بعض غیر مسلموں نے ہم سے دینی کتابیں بغرض مطالعہ مانگیں تو ہم ان کے دینے سے قاصر رہے اسلئے ضرورت ہے کہ ایسی کتابوں کو شائع کیا جائے اور انھیں جاپان میں عام کرنے کی جدوجہد کی جائے۔

یوں تو جاپانی اپنی زبان میں گفتگو کرتے ہیں لیکن عموماً وہاں انگریزی بولی اور سمجھی جاتی ہے اسلئے اگر کچھ ایسی کتابیں انگریزی میں تصنیف کی جائیں یا ترجمہ کی جائیں جن میں اسلامی معلومات مکمل طور پر موجود ہوں، اور پھر اُن کو بکثرت جاپان میں پہونچایا جائے تو ممکن ہے کہ شاید کتابوں کی کمی کی شکایت دور ہو جائے۔

۳۔ جہاں تک مساجد کے انتظام کا تعلق ہے تو وہ ایک وقف بورڈ کے ذمہ ہے جو مسلمانوں سے چندہ وصول کرکے مساجد کا انتظام کرتا ہے، لیکن چندے کی مقدار بہت کم ہوتی ہے اس لئے مساجد کا نظم خاطر خواہ نہیں ہو پاتا یہی وجہ ہے کہ امام و مؤذن بہت ہی قلیل مشاہرے پر اپنے فرائض انجام دیتے ہیں، لیکن ہوسکتا ہے کہ امام و مؤذن زیادہ دن تک اپنی یہ قربانی باقی نہ رکھ سکیں اور اس طرح ان مساجد کا وجود بھی خطرہ میں پڑ جائے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس حالت کی طرف جلد از جلد توجہ کی جائے اور اس کے لئے مناسب انتظامات کئے جائیں اور اوقاف کو پائیدار و مضبوط بنانیکی جد و جہد کی جائے۔

۴۔ جاپان میں اب تک کوئی جماعت ایسی تیار نہیں ہوسکی جو دین کی نشر و اشاعت کیلئے جد و جہد کرے۔ اور اپنی زندگیاں اس میں لگائے۔ دوسری جنگ عظیم سے قبل تو اس قسم کی کوئی جماعت بنانا ممکن ہی نہیں تھا کیونکہ اسوقت جاپانیوں میں ایک مذہبی عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ کبھی دوسرے مذہب کی بات سننے کے لئے تیار نہیں تھے وہ اپنے بادشاہ کو اپنا معبود سمجھتے اور اس کی پرستش

اپنا دینی سہارا لیکن دوسری جنگ عظیم میں جب انھیں بُری طرح شکست ہوئی تو ان کا یہ اعتقاد ریزہ ریزہ ہوگیا انھوں نے اپنے بادشاہ کی پرستش چھوڑ دی اور حقیقی بادشاہ کی تلاش میں سرگرداں ہوگئے اور اب تک وہ ایسے دین کی تلاش میں ہیں جو انھیں فلاح و کامرانی کے راستے پر گامزن کردے لیکن افسوس کہ کوئی شخص اسلام کی تعلیمات سے واقف کرانے والا نہیں، اور مسیحی مشنریاں اس دینی موقع سے خوب فائدہ اٹھا رہی ہیں انھوں نے جاپان کے طول و عرض میں اپنے مبلغین کا ایک جال پھیلا رکھا ہے وہ مالی حیثیت سے بھی مستحکم ہیں اور مطبوعات و لغات کی حیثیت سے بھی ان کا مشن روز بروز ترقی ہی کرتا جا رہا ہے۔ اور تلاش حق کے جویا بیچارے جاپانی باطل و ضلال کے پھندے میں پھنستے جارہے ہیں افسوس ہے کہ کوئی شخص اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنے والا نہیں ہے۔

اس لئے اس وقت امت مسلمہ پر عموماً اور جماعت علماء پر خصوصاً فرض ہے کہ وہ بھٹکے ہوئے جاپانیوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں اور باطل سے ہٹا کر حق کی طرف لے آئیں۔

اُمت مسلمہ کو اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اور علم و عمل کے پیکر جذبۂ دعوت سے سرشار، اسلامی شعار پر سختی سے عمل کرنے والے علماء کا انتخاب کرے اور انھیں وفود کی شکل بناکر جاپان کی سرزمین میں اتارے اور پھر اسلام کی ترقی اور اس کی نشر و اشاعت کا تماشہ دیکھئے۔

اس کی توقع امید ہے کہ جاپان میں سرعت کے ساتھ اسلام کو فروغ ہوگا، کیونکہ وہاں آزادی رائے اور آزادی فکر مکمل طور پر پائی جاتی ہے، خصوصاً دوسری جنگ عظیم کے بعد تو ہر شخص کو اپنے بارے میں بالکل اختیار ہے کہ وہ جس راہ چاہے جائے، لیکن افسوس یہ ہے کہ دوسرے مذاہب خصوصاً مسیحی ان مواقع سے بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے اب تک کوئی تنظیمی شکل نہیں بن سکی۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱۱ کا

کیا جاسکتا ہے یہ اسلام کی شاہراہ ہے جس پر گامزن ہوکر دنیا و آخرت دونوں میں سربلندی حاصل کیجاسکتی ہے "اَنتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مُؤمِنِین" کا خدائی وعدہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔

دور جدید کی جو قومیں اقتدار کی مسند پر قابض ہیں اور سیاہ و سفید کی مالک بنی ہوئی ہیں وہ اخلاقی اعتبار سے بیمار قومیں ہیں فکر و نظر تحقیق و انکشاف کی راہ میں جد و جہد اور ترقی کے باوجود انکی منزل آخر فنا ہے اور روز بروز وہ منزل قریب آتی جارہی ہے اور بتدریج خودکشی کی جانب بڑھ رہی ہیں۔

اب وہ وقت دور نہیں کہ سنت الٰہی کا اعادہ ہو اور اللہ تعالےٰ زمین کی وراثت کا نیا بندوبست فرمائے معلوم نہیں کہ اللہ کی نظر انتخاب کس پر پڑے اور زمین کا وارث کون ہو۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں سے وراثت ارضی اور تمکین فی الارض کا وعدہ فرمایا ہے اس شرط پر وہ ایمان اور عمل صالح سے بہرہ ور ہوں۔

انداز مستی

دل ایوبی ٹونکی

کہاں گنجائش فرق نیاز و ناز مستی میں — رہا ہے پیش ساقی بھی وہی انداز مستی میں
سرور و سرخوشی و کیف کا عالم تھا اور ہم تھے — کسے تھا فکر انجام و غم آغاز مستی میں
ذرا کچھ ہوش آیا تو نہ ساقی تھا نہ میخانہ — خدا جانے کہاں تک تھی مری پرواز مستی میں
کوئی ہوشیار جانے کوئی دیوانہ سمجھ بیٹھے — عجب انداز تھا میرا ہر اک انداز مستی میں
مرا افسانہ سننے کے لئے بیتاب ہو جیسے — ہر اک شئے بنگئی تھی گوش بر آواز مستی میں
کہیں پھر ہوش میں آنا مرا دشوار ہوجائے — مجھے آواز دو لیکن نہ دو آواز مستی میں
مجھے ہر رند نے گھبرا کے سجدہ کرلیا ساقی — تری آواز تھی شاید مری آواز مستی میں
ترے قربان اتنی بدگمانی بھی نہ کر ساقی! — خدا شاہد نہ آیا لب پہ کوئی راز مستی میں

تعالی اللہ ساقی کا یہ فیضان کرم اے دل
رہا ہو ہر نفس جیسے کوئی دمساز مستی میں

خیر کہ شد مشرق و مغرب خراب

محسن عثمانی ندوی

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد سے اس کائنات میں صبح سعادت نمودار ہوئی تاریکیاں چھٹیں انسانیت کا اُجالا پھیلا، اسلام تشنہ لب و جاں بلب دنیا کیلئے ایک ابر کرم اور گم گشتگان راہ کے لئے روشنی کا مینار۔ ابتدا میں جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے وہ مادی اسباب و وسائل سے یکسر محروم تھے ان کے قبضہ میں نہ لشکر و سپاہ تھے نہ دنیاوی ریاست و حکومت کا اقتدار انھیں حاصل تھا البتہ ان کے دل جذبۂ ایمانی سے سرشار تھے، وہ اطاعت و عبودیت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور عمل صالح کی دولت سے مالا مال تھے۔

یہ جماعت جو ساز و سامان دنیوی سے محروم تھی، اللہ کے نزدیک برگزیدہ تھی۔ یہ مسلمان اگرچہ تعداد کے لحاظ سے کم تھے لیکن ان کے پاس صداقت شعار دل تھے یہ دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تھے، ان کی بدولت دین اسلام پھیلا اور معمورۂ عالم کا گوشہ گوشہ اسلام کی ضیا پاشیوں سے جگمگا اٹھا اللہ تعالیٰ نے خوش ہوکر اس جماعت کو خلافت اور تمکین کی دولت سے سرفراز فرمایا اور یہ جماعت جو ظاہری طاقت و قوت سے خالی اور آلات و اسباب عسکری سے تہی دست تھی ایران و روم کی سلطنتوں کی خانگیر ہوگئی اور شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کی زمین اس کے وسعت تصرف میں آگئیں۔

جب مسلمان اسلام کی ظاہری و باطنی برکتوں سے بہرہ یاب ہوچکے اور اسلام کا پودا تناور درخت بن کر برگ و بار لے آیا جس کے پھول اور پھل سے گلشن اسلام میں بہار آئی تب پھر ایک وقت ایسا آیا کہ لوگوں نے اس درخت کی حفاظت اور سینچائی سے غفلت برتنا شروع کی، ایمان کی روشنی کم ہوتی گئی اور عمل صالح کا دائرہ محدود ہوگیا، اسلامی اخلاق و صفات کمیاب ہونے لگے سادگی اور سخت کوشی کے بجائے عیش و تنعم کی زندگی عام ہونے لگی اور رفتہ رفتہ زمانہ کے ساتھ ساتھ رات کی تاریکی دن کی روشنی پر غالب آنے لگی۔

جب ان کی برائیاں اُن کی اچھائیوں پر غالب آگئیں انفرادی اور اجتماعی دونوں لحاظ سے وہ گندگی اور گناہ میں مبتلا ہوگئیں اور ان کا وجود اس زمین کے لئے بار کثافت ثابت ہوا تو اللہ تعالےٰ نے ریاست و پیشوائی کا منصب ان سے چھین کر دوسری قوموں کو دے دیا۔ اور ان کے جرم کی پاداش میں ذلت و محکومیت کا طوق ان کی گردنوں میں ڈالدیا۔

مسلمانوں کا نیر اقبال زرد ہوا اور امامت و قیادت کی زمام شومیٔ قسمت سے ایسی قوم کے ہاتھ آئی جس کی پرورش کچھ خاص تاریخی اسباب کی بنا پر لادینیت، تشکیک اور بے راہ روی کے آغوش میں ہوئی تھی، مسلمان اس قوم مغرب کے محکوم فقط خوشہ چین اور نقش بین ہوگئے ان کی محکومیت کہیں سیاسی اعتبار سے ہوتی کہیں ذہنی لحاظ سے، لیکن ہر جگہ مسلمان غلامی اور محکومی اور ذلت و نکبت میں گرفتار اور احساس کمتری کے بیمار ہوئے جس کی وجہ سے مغربی تہذیب کی بیدینی اور بے راہ روی کا سیل بلاخیز ان کے دین و مذہب ان کے اخلاق و معاشرت کو خس و خاشاک کی طرح بہالے گیا، معاشی اور اقتصادی زبوں حالی اس پر مستزاد ہے۔ مسلمانوں کی اس زار و زبوں حالت کا اصل سبب دین سے غفلت اور بے پروائی ہے بد اعمالیوں اور نافرمانیوں کی پاداش ہے، ایمان و یقین اور علم و عمل سے محرومی کا ثمرہ ہے۔

نوشتۂ بالا باتوں سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی ناکامی اور نامرادی قومی زوال اور اضمحلال، اسلام سے دوری اور مہجوری کا نتیجہ ہے، ظلم و سرکشی نفس پرستی اور خدا فراموشی کا انجام ہے اس سے نکلنے کا طریقہ ان کے کمال اور کامیابی کا راستہ بھی متعین

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

ظلمتِ پُرنور

سُلیمان آصف بنارسی!

ہماری صبح کے نغمات سے ہیں دل مہجور — فغان نیم شبی میں ہے میری کیف و سرور
کہیں فریب طلب ہے کہیں فریب عطا — شراب خانۂ حاضر کا ہے یہی دستور،
قلندروں نے مقام خودی کو پہچانا، — تری سمجھ میں نہ آئے نکات غیب و حضور
یہ مصلحت کے خم و پیچ یہ زوال خودی، — خدا سے مانگ کمال دل صبور و غیور،
یہ اقتدار کی خواہش یہ راہ حق سے گریز — اسی فریب نے قوموں کو کر دیا مقہور
تمہارے فقر سے افلاس کی نمود و فروغ — ہمارے فقر کے دنیا میں دولت تیمور
ہے آج باد سماعت حدیث طور و کلیم — مذاق دید یہ غالب ہے ظلمت پُرنور
میں اپنے شیشۂ دل کی پلا رہا ہوں تجھے — کہ تیرے جام میں باقی نہیں شراب طہور

نہ کچھ ہمارے ہی شایان شان ہیں آصف
یہ جذب و شوق، یہ سرمستیاں یہ کیف و سرور

نغمۂ تحسین

(وارث القادری)

دونوں عالم کو جس نے منور کیا آفتابِ رسالت کی کیا بات ہے ،
چار جانب ہے پھیلی ہوئی روشنی پرتوِ نورِ وحدت کی کیا بات ہے ،

روشنی کا کہیں نام باقی نہ تھا ذرہ ذرہ تھا دنیا کا ظلمت کدہ
جگمگانے لگا بن کے بدر الدجیٰ ہاشمی ماہِ طلعت کی کیا بات ہے

گالیوں پر دعائیں عنایت ہوئیں رنج پر دو صدائیں عنایت ہوئیں
دشمنوں کو قبائیں عنایت ہوئیں اُن کی چشمِ عنایت کی کیا بات ہے

کالے کالے دنوں کو اجالا ملا اور بھیانک سی راتیں ہوئیں جانفزا
آفتابِ رسالت کا کیا پوچھنا ماہتابِ نبوت کی کیا بات ہے ،

وہ عبادت کا ماحول شام و سحر اور وہ فاقہ کے عالم میں پیہم گذر
عرش کے میہماں فرش پر جلوہ گر اس فقیرانہ شوکت کی کیا بات ہے

جادۂ حق سے باہر نہ رکھا قدم یارِ غارِ نبیؐ اور ہے خیر الامم
ذاتِ صدیق اکبرؓ خدا کی قسم تیرے حسنِ صداقت کی کیا بات ہے،

جن کا منشا تھا منشائے رب العلا سامنے جنکے تھی صرف حق کی رضا
وہ عمرؓ ابن خطاب صد مرحبا اُن کے دورِ عدالت کی کیا بات ہے

اللہ اللہ یہ اوج ذاتِ غنیؓ کہ شہادت تلاوت میں حاصل ہوئی
کتنی نادر ہے واللہ یہ زندگی واقعی اس شہادت کی کیا بات ہے،

قوت بازوئے حضرتِ مصطفیٰؐ وہ علیؓ مرتضیٰ وہ علیؓ مرتضیٰ،
تیری ذاتِ مقدس ہے شیرِ خدا تیری اک اک فضیلت کی کیا بات ہے

ہیں پیمبر بھی بے مثل پیغام بھی اور نبیؐ بھی ہیں نایاب اسلام بھی
خاص کے خاص ہیں عام کے عام بھی یعنی داعی و دعوت کی کیا بات ہے ،

حق تعالیٰ نے جس پر کرم کر دیا جو بفضلِ الٰہی "مدینہ" گیا،
سبز گنبد کا جس نے نظارہ کیا اُس کی بیدار قسمت کی کیا بات ہے

مجھ گنہگار کی ہے صدا دمبدم میں ہوں وارث انھیں کا خدا کی قسم
یوں تو ہر اک بشر پر ہے اُن کا کرم خاص کر ما بدولت کی کیا بات ہے

سائنس کے کرشمے

خلاء میں چہل قدمی

ترجمہ سید ضیاء الحسن سندیبے

اس تیسری کی تیسری تاریخ کو امریکی خلاباز ایڈورڈ وہائٹ E.WHITE نے خلائے بسیط میں چہل قدمی کر کے ساری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ وہائٹ پہلا انسان ہے جس نے ایک جیٹ گن jet gun کی مدد سے پوری آزادی کیساتھ خلاء میں قدم اٹھانے اور آگے بڑھنے کا تجربہ کیا۔ اپنی خلائی کشتی جیمنی ۴ سے ایک رسی کے ذریعہ رابطہ قائم رکھتے ہوئے وہائٹ ۲۰ منٹ تک خلاء میں چہل قدمی کرتا رہا۔ کہنے کو تو یہ چہل قدمی تھی لیکن اس میں وہائٹ کی رفتار اتنی تیز تھی کہ وہ صرف ایک سکنڈ میں ۵ میل کی مسافت طے کر رہا تھا چنانچہ ۲۰ منٹ کے مختصر عرصہ میں وہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ گیا۔

مہم کا آغاز یہ پر خطر مہم اسوقت شروع ہوئی جب خلائی کشتی زمین کے گرد تیسرے چکر میں جزیرہ ہوائی پر سے گذر رہی تھی۔ اس وقت خلائی جہاز کا اندرونی دباؤ ختم کر دیا گیا اور خلاباز وہائٹ اپنی جگہ پر تن کر کھڑے ہو کر اس کھڑکی کی طرف بڑھنے لگا جو سخت گھٹن سے بچنے کیلئے کھلی رکھی جاتی ہے۔ اس پوری مہم کے دوران دونوں خلاباز ایڈورڈ وہائٹ اور کمانڈر پائلٹ جیمس میک ڈیوٹ ایک دبیز خلائی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے جسمیں آکسیجن کا ضروری دباؤ موجود تھا۔

سینکڑوں میل کے فاصلے سے دل کی دھڑکنوں کا شمار جب وہائٹ سو میل سے بھی زائد دوری سے ایک تسلسل کے ساتھ مرغ ارضی کا مشاہدہ کر رہا تھا اس وقت ہاؤسٹن Houston کے خلائی مرکز پر متعین ڈاکٹر نہایت حاضر دماغی کیساتھ اس کے خون کے دباؤ اور حرکت قلب کی جانچ کر رہے تھے۔

ہاؤسٹن سے ہدایت ملتے ہی خلاباز نے اپنے دستانے چڑھالئے اور کھڑکی سے باہر نکل آیا، باہر آکر اس نے اپنی خلائی بندوق[1] چھالی اور انسانی تاریخ کی سب سے عجیب چہل قدمی شروع کر دی۔ آکسیجن داغنے والی بندوق کے علاوہ وہ رسی جیسی نلی بھی اُسے آکسیجن کی ضروری مقدار بہم پہنچا رہی تھی، جس کے ذریعہ جہاز سے اس کا رابطہ قائم تھا۔

کمانڈر پائلٹ میک ڈیوٹ نے بھرپور جذباتی انداز میں خلائی مرکز کو پیغام بھیجا کہ "وہائٹ جہاز سے باہر نکل گیا ہے، اور یہاں سے دیکھنے میں بہت شاندار معلوم ہو رہا ہے"۔ اس کا یہ پیغام دنیا بھر کے ریڈیو اسٹیشن اور رصد گاہوں پر موصول ہوا۔ اپنے مفصل پیغام میں میک ڈیوٹ نے مزید بتایا کہ "جب وہائٹ نے جہاز سے باہر نکل کر ادھر ادھر چلنا اور جہاز کے گرد چکر کاٹنا شروع کیا تو اس کی بیرونی نقل و حرکت کی وجہ سے خلائی جہاز کو کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

چند لمحوں بعد خلاباز وہائٹ نے کہا "میں فوٹو لینے جا رہا ہوں" چنانچہ ایک کیمرہ اس کے جسم سے بندھی ہوئی بندوق میں فٹ کر دیا گیا جس نے جلد ہی اپنا کام شروع کر دیا۔ اس شاندار کارنامے نے، گیارہ دوسرے اہم تجربات کے لئے راہ ہموار کر دی جو ان دونوں خلابازوں کے پروگرام میں شامل تھے تاکہ طویل تر خلائی پروازوں میں ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے اور عرصہ دراز تک خلاؤں میں ٹھہرنے والے انسانوں اور جہازوں پر مرتب ہونے والے اثرات کا اندازہ کیا جا سکے۔

درحقیقت جیمنی ۴ نے چاند پر اترنے والے، انسان بردار جہازوں کے چند اہم ترین مسئلوں پر قابو پایا ہے ـــــ اب خلاباز کے لئے اپنے کیبن سے نکلنا، خلاء میں اپنے ہم سفر سے ملنا اور طویل ترین خلائی پروازوں کے لئے ذہنی و جسمانی طور سے تیار رہنا، نیز اپنی مرضی کے مطابق اپنے جہاز کو چلانا مشکل نہیں رہا تھا۔

سب سے طویل دورکنی خلائی پرواز جیمنی ۴ کا مقصد دو آدمیوں کو لیکر اب تک کی سب سے طویل خلائی پرواز کرنا تھا، اس مہم کا سہرا امریکہ کی قومی ہوابازی و خلائی تنظیم (ناسا) کے سر ہے۔ میک ڈیوٹ اور وہائٹ نے جیمنی خلائی جہاز میں بیٹھکر زمین کے گرد ۶۲ چکر لگائے ہر چکر ۹۰ منٹ میں پورا ہوا، اور ان دونوں نے کل ۹۷ گھنٹے اور ۵۶ منٹ خلاء میں گذارے لیکن یہ پورا عرصہ اس مدت کے تین گنا زیادہ ہے جو خلائی وقت کے اعتبار سے اس پرواز میں صرف ہوئی ہے اس لئے کہ خلاء کا ایک گھنٹہ ہمارے گھنٹے سے تین گنا بڑا ہوتا ہے۔ خلاء و زمین کے اوقات کا یہ تفاوت امریکی سائنسدانوں نے گہرے مطالعہ کے بعد متعین کیا ہے۔

طائرِ صبح میک ڈیوٹ اور وہائٹ کے خلائی جہاز کو دیو ہیکل برق رفتار ٹیٹان ۲ راکٹ نے کیپ کینیڈی Cape Kennedy کے راکٹی اڈے سے خلاء میں پہنچایا، ٹیٹان - ۲ اس مہم پر ۳ جون کو ہندوستانی وقت کے اعتبار سے رات کے ۸ بجکر ۴۶ منٹ پر روانہ ہوا۔ راکٹ کے اڑائے جانے کا منظر ٹیلی ویژن پر دکھایا جا رہا تھا اور امریکی مواصلاتی سیارہ "طائر صبح" EARLY BIRD کے طفیل اہل یورپ بھی یہ سارے مناظر صاف صاف اپنے ٹیلی ویژنوں پر گھر بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ امریکی سائنس دانوں نے یہ پیام رساں سیارہ جسکا نام انھوں نے "طائر صبح" رکھا ہے اسی سال ۶ اپریل کو چھوڑا تھا۔ جب سے برابر وہ خلاء میں گردش کر رہا ہے اور نہایت کامیابی سے امریکی و یورپی براعظموں کے درمیان ریڈیائی مواصلات کی خدمت انجام دے رہا ہے "طائر صبح"، مصنوعی سیاروں کے ذریعہ بین براعظمی مواصلاتی نظام قائم کرنے کی پہلی کامیاب کوشش ہے ـــ امریکی سائنسداں دوسرے ۴۴ ملکوں کے اشتراک و تعاون سے اس قسم کا ایک مستقل مواصلاتی نظام قائم کرنے کی سنجیدگی سے کوشش کر رہے ہیں۔

مکمل انسانی کنٹرول - ۳ منٹ ۴۹ سکنڈ تک

[1] ایک خاص بندوق جو آکسیجن کو تیزی سے پیچھے کی طرف پھینکتی اور اس کے دھکے سے آدمی آگے بڑھتا ہے۔

اور پانچ گھنٹے رہنے کے بعد جمنی ٹائٹن راکٹ کی پہلی منزل جہاز سے علاحدہ ہو گئی اور اس کے ۳ منٹ ۵ سکنڈ بعد جہاز راکٹ کی دوسری منزل سے علیحدہ ہو گیا اب یہ خلائی جہاز مکمل طور سے دونوں خلابازوں کے کنٹرول میں تھا۔ ۱۰ گھنٹوں کے دوران کئی بار انھوں نے اس کی ترتیب میں کمی بیشی کی۔ ایک مدار سے دوسرے مدار میں اسے لے گئے اور اپنی مرضی کے مطابق اس کا رخ بدلتے رہے۔ اس مہم کے دوران ان کا خلائی جہاز کم از کم ۱۰۳ اور زیادہ سے زیادہ ۱۸۰ میل کی بلندی پر ساڑھے سترہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین کے گرد گردش کرتا رہا۔

روزمرہ کے معمولات میں کوئی خاص فرق نہیں

چار روزہ پرواز میں خلابازوں کے عام معمولات میں کوئی بڑا فرق نہیں آیا۔ وہ ایک وقت میں مسلسل چار گھنٹے تک سو لیتے تھے اور ہر ۲۴ گھنٹے میں چار مرتبہ ناشتہ یا کھانا وغیرہ کھاتے تھے۔ اپنے دسترخوان کے لئے وہ انواع و اقسام کے ۹۴ کھانوں میں سے چند پسندیدہ ترین کھانے منتخب کرتے تھے جس میں گائے کے بھنے ہوئے گوشت سے لیکر ایک قسم کی چھوٹی مچھلی تک سب کچھ ہوتا تھا۔ ان کی غذا زیادہ تر خشک اور منجمد ہوتی تھی اور پلاسٹک کے تھیلوں میں محفوظ رہتی تھی خلاباز ان تھیلیوں میں انجکشن کے ذریعہ پانی پہونچا کر اپنا کھانا تازہ کر لیتے تھے۔

گیارہ نئے تجربے

خلائی پرواز کے اس پروگرام میں جو گیارہ نئے تجربے شامل تھے ان میں سے تین طب سے متعلق، ۵ انجینرنگ سے اور تین دوسرے سائنسی مقاصد سے متعلق تھے۔

طبی تجربات کا مقصد خلا میں جسم انسان کی کارکردگی اور جسمانی ورزش کے اثرات کا اندازہ کرنا تھا۔ نیز ایک صوتی آلہ کے ذریعہ قلب کی حرکتوں کا شمار کرنا اور یہ دیکھنا بھی ان تجربات کے مقاصد میں تھا کہ آیا طویل تر خلائی پروازوں سے انسان کی ہڈیاں کس حد تک متاثر ہوتی ہیں۔

انجینرنگ سے متعلق تجربات کے ذریعہ خلائی جہاز کے اندرونی حصوں پر ریڈیائی تابکاری اور بیرونی سطح پر برقی لہروں کے اثرات کا اندازہ کیا گیا، زمین کی مقناطیسی لہروں کی سمت اور ان کا طول و عرض معلوم کیا گیا۔ اور بیرونی سطح زمین کی رنگین تصویریں بھی خلابازوں نے لیں۔ خالص سائنسی تجربات میں زمین کی اعلیٰ ترین جغرافیائی اور موسمی تصاویر اور خلائی جہاز رانی امکانات کا کارآمد مطالعہ شامل ہے جس کے لئے خلابازوں نے ایک چھوٹی سی دستی سشش پہل دوربین استعمال کی تاکہ افق اور ستارے انھیں صاف صاف نظر آسکیں۔

دوبارہ دنیا میں

یوں تو دنیا سے ایکبار چلے جانے کے بعد کوئی یہاں واپس نہیں آسکتا، لیکن میک ڈیوٹ اور وہائٹ نے ۹۷ گھنٹے ۵۸ منٹ تک ہمارے اس آب و گل سے باہر رہنے کے بعد جب دوبارہ یہاں واپس آنا چاہا تو انھوں نے جس وقت وہ کیلیفورنیا پر اڑ رہے تھے۔ چار الٹے راکٹ داغے اور ان کا جہاز زمین کی سمت روانہ ہو گیا۔ جب وہ زمین سے صرف ساڑھے دس ہزار فٹ کی بلندی پر تھا اس کی مخصوص پیراشوٹ چھتریاں کھل گئیں، تھوڑی دیر بعد جزیرہ برمودا سے ۵۸۵ میل کے فاصلہ پر جیمنی خلائی جہاز بحر اوقیانوس ATLANTIC OCEAN کی موجوں سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا جہاں سے ایک عقاب صفت ہیلی کاپٹر نے اسے اٹھا کر امریکی طیارہ بردار جہاز "واسپ" "WASP" تک پہونچا دیا، اس پر سے دونوں خلاباز بخیر و خوبی خلابازی کے مرکز ہاوسٹن لے آئے گئے۔

جیمنی ۴ کی اس پرواز کے دوران پہلی بار پیام رسانی کے نظام کو انسان بردار جہازوں کے امریکی مرکز ہاوسٹن (ریاست ٹیکساس) سے کنٹرول کیا گیا۔ اعداد و شمار ایک الگ مرکز پر اکٹھا کئے گئے جو گرین بلیٹ GREENBELT ریاست میری لینڈ MERYLAND میں واقع ہے۔ اسی مرکز نے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ۹۸ اسٹیشنوں کو اس پرواز سے متعلق تمام مفصل اعداد و شمار فراہم کئے ہیں اس میں امریکہ سے باہر کے ۳۴ سٹیشن بھی شامل ہیں، اس مرکز کا دائرہ کار ۵ لاکھ مربع میل پر پھیلا ہوا ہے۔

(ماخوذ از امریکن رپورٹر)

بقیہ صفحہ ۴ کا مضمون

اور ان کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔

عزیزو! تم نے سمجھا کیا ہے؟ تمہارے اندر میں کیسے کیسے گوہر ہیں، کیسے آفاق و افلاک ہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سوچ رہے ہو کہ یہاں سے نکل کر کس یونیورسٹی میں امتحان دوگے، کس کالج میں داخل ہوگے، تم نے اپنی بہت کم قیمت لگائی ہے، تم نے اپنے آپ کو نیلام کی منڈی میں پیش کیا ہے اور یقیناً جو شخص نیلام کی منڈی میں قیمت مانگے گا اسکو بہت کم قیمت ملیگی۔ لیکن اگر کوئی اپنے گھر پر بیٹھ کر کہے اور اعلان کرے کہ کوئی ہے جو میری قیمت لگائے تو دنیا تمہارے قدموں پر آجائے گی، دنیا ہر ایک کو سمجھتی ہے، اگر تم کہوگے لاؤ تو کوئی نہیں دے گا۔ اور اگر تم کہو کہ نہیں لوں گا تو سب تم کو دیں گے اور خوشامد کر کے دیں گے،

تم انگریزی کے نہیں عربی کے طالب علم ہو۔ اگر کوئی ان دونوں علوم کو متوازی سمجھے اور ایک صفحہ پر متوازی خطوط کھینچے تو یقین مانو کہ مستقبل کے لحاظ سے انگریزی کا خط زیادہ روشن ہے لیکن اگر تم نے اس کو برابر ماننے سے انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ اس کے لئے یہ صفحہ کافی نہیں ایک پورے عالم کا اور کائنات کا صفحہ بھی اس کے لئے ناکافی ہے تو تم قابل قدر ہو۔ اگر تم نے کہا کہ عربی کی یہ قیمت ہے تو دنیا کہے گی پھر تو ہم کو اس کی کوئی ضرورت نہیں، اور اگر تم کہو کہ ہم قیمت کے طالب نہیں تو دنیا آئے گی اور کہے گی کہ یہ میرا سب کچھ لے لو میری جھولی بھی حاضر ہے۔ واللہ سچ ہے "انہ من یتق و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین"۔

اب تمہارے لئے دو راستے ہیں۔ تم اپنے اندر تقویٰ اور صبر کے صفات پیدا کرو۔ ربانیت اور اخلاص کے طالب ہو اور اللہ کی ہدایت اور تعلیم کو غالب کرنے کی کوشش کرو اور یہ ارادہ کرو کہ تم پڑھ لکھ کر دین اور صرف دین کی خدمت کروگے، اگر ایسا کروگے تو وہی ملیگا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو ملا تھا۔ یہ چیز کسی کے لئے خاص نہیں بالکل مطلق ہے، ہر عربی جاننے والا اور عربی سے دلچسپی لینے والا اس کے اطلاق کو بخوبی سمجھ سکتا ہے،

میدان کھلا ہے جس کا جی چاہے تجربہ کرے یہ ایک نسخۂ تسخیر ہے جس نے اسکو استعمال کیا وہ کامیاب رہا۔ ہم نے ہر شخص نے اس کا تجربہ کیا ہے اب تم بھی اس کا تجربہ کر لو، اخلاص پیدا کرو، اور تقویٰ و صبر کی صفات پیدا کرو، پھر کوئی زمانہ ہو، کوئی ملک ہو اللہ تم کو کامیاب کریگا، پھر تم کو کوئی شکایت نہیں ہوگی اور تمہاری زبان پر یہ الفاظ ہوں گے "ھذا ما وعدنا اللہ … صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ"

بس میں ان الفاظ پر تقریر ختم کرتا ہوں، اور بجائے

"ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا"۔ "ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا"۔ [illegible]

عصر حاضر کے تقاضے اور ندوۃ العلماء کا موقف

محی الدین طیبی متعلم درجہ ہشتم

دنیا انقلاب پذیر ہے۔ تاریخ شاہد ہے جتنی بھی امتیں اور قومیں اس روئے زمین پر پیدا ہوئیں، ان کی دعوت و تبلیغ کا طریقۂ کار بھی مختلف رہا ان کے مسائل بدلتے رہے اور ان مسائل کو حل کرنے کے طریقے بھی!

مؤرخین لکھتے ہیں کہ بالکل یہی حال دنیا میں نظام تعلیم کا ہے، بالخصوص مسلمانوں کے نظام تعلیم نے بارہا تبدیلیاں قبول کیں۔ خود درس نظامی کی ترتیب ایک انقلاب کا نتیجہ ہے جب فلاسفر یونان نے دین حنیف پر طرح طرح کے حملے کئے اور اس دور کے علماء دنداں شکن جواب دینے میں ناکام نظر آئے تو اس سرزمین لکھنؤ کے ایک خدا رسیدہ بزرگ کو وقت کی نزاکت کا احساس اور مسلمانوں کے نظام تعلیم میں فلسفہ اور منطق کے داخل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، ملا نظام الدین رح اس حقیقت تک پہونچے کہ جب قوم یا ملت کے لوگ کبھی بھی دوسروں کے دین و مذہب پر اعتراضات وارد کرتے ہیں تو دراصل ان کا یہ تنقید و تبصرہ خود مقصود بالذات نہیں ہوتا، بلکہ اس کے پیچھے ایک خاص قوت کارفرما ہوتی ہے وہ کسی طرح اپنے افکار و خیالات کا سکہ پیش نظر دین کے اتباع کے دلوں پر جمانا چاہتے ہیں اور اس کا دفاع جبھی ممکن ہے کہ لوگ اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ حملہ آور قوم کے اصولوں کا صحیح جائزہ لینے پر قادر ہوں، اس کے واسطے ہر دو مذہب کے علوم اور ان کی تہذیب سے واقفیت ضروری ہے۔

ندوۃ العلماء بھی وقت کی ضرورت اور تقاضے کے صحیح احساس اور ذمہ داریوں سے گریز کے بجائے ذمہ داریوں کو قبول کرنے کے شعور پر قائم ہے۔

ندوۃ العلماء کسی ادارہ یا درسگاہ کا نام نہیں یہ جدید و قدیم کی جامع ایک مستقل اسلامی تحریک تھی جس کا مفصل تعارف "تعمیر حیات" میں بھی بارہا کرایا جا چکا ہے۔ اسی تحریک کے زیر اہتمام ایک دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ایسا دور تھا جب ہندوستانی مسلمانوں کے اخلاق و کردار میں پورے طور پر بگاڑ پیدا ہو گیا تھا۔ زمانہ نے کروٹ لی، اللہ نے ہم پر ایک ایسی قوم کو مسلط فرمایا جس نے امن کے نام پر بدامنی اور تعمیر کے نام پر تخریب کا کام شروع کیا یہ مسلمانوں کے لئے بڑی آزمائش کا مقام تھا، بالآخر مسلمانوں کا سیاسی مطلع بالکلیہ غبار آلود ہو گیا — ملت بیضا کو سیاہ چادر اوڑھانے کی کوششیں کی گئیں، افسوس کہ ہمارے علماء اس بد باطن تحریک کی نقاب کشائی کرنے اور اس کا سر کچلنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ صرف اتنا ہی نہیں شعوری یا غیر شعوری طور پر آئمۂ دین کے مختلف فیہ مسائل کو موضوع بحث بنا کر امت میں ایسا تفرقہ پیدا کر دیا جسکے فوائد بہت کم اور نقصانات بہت زیادہ تھے۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ مذہب اسلام کو تحفظ کے لئے منطق اور فلسفہ کی جگہ (جو اپنی ضرورت ختم کر چکا ہے۔) علوم جدیدہ کو داخل نصاب کیا جائے تاکہ ہم پیش قدمی کرنے والی قوم کی حقیقت حال سے بخوبی واقف ہو سکیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء قائم ہوا اور اس نے اپنی مختصر عمر میں گراں قدر علمی خدمات کا اسلامی تاریخ میں جو عظیم الشان نقش قائم کیا وہ آج بھی اسی طرح نیا اور تازہ ہے۔ اس کار عظیم کی خاطر ایسے وقت میں جب کہ فرنگی تعلیم و تمدن کا سیل عظیم اسلامی تمدن و تعلیم کو اپنا لینا چاہتا تھا — تحریک ندوۃ العلماء کی تشکیل عمل میں آئی ہے۔ لیکن اس نازک موقع پر مسلمانوں کے اندر نمایاں اتحاد اور ٹھوس یکجہتی نہ پائی گئی۔ ایک جانب مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس تحریک کے بنیادی بانیوں پر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگانے کا عزم کر رہی تھی تو دوسری جانب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سربراہ اپنی ایک الگ راہ پر گامزن تھے۔ حضرت الاستاذ مولانا اویس صاحب ندوی مدظلہ العالی نے ایک مرتبہ بالکل صحیح فرمایا! "اعجاب کل ذی رای برایہ" کی بت نے ہمارے طرز فکر، ہمارے طریقۂ کار کو ہماری نگاہ میں خود مقصود و مطلوب بنا دیا ہے، اور ہم یہ بھول گئے کہ اصل چیز تو رضائے حق ہے اور رضائے حق کے لئے وہ تمام راستے کھلے ہوئے ہیں جو خلاف شریعت نہ ہوں۔"

اس سے بڑھکر ستم ظریفی کیا ہو گی کہ آج بھی بعض حضرات فلسفہ و منطق کو مسلمانوں کے نظام تعلیم میں علی حالہ باقی رکھنے اور ... تازہ علوم سے صرف نظر کرنے پر مصر ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کوئی بھی بات خواہ کتنی ہی حق ہو قوم و ملت کے منجملہ اشخاص کے قلوب میں بیک وقت جگہ نہیں پاتی خود رب العالمین کلمۂ حق کی حقیقت اس مثال سے بیان فرماتے ہیں: انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ کذلک یضرب اللہ الحق والباطل فاما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب اللہ الامثال —

(سورۂ رعد - ع)

الحمد للہ آج پورے عالم اسلام نے رفتہ رفتہ علوم دینیہ کے ساتھ علوم دنیا کی تعلیم و تعلم کی اہمیت کو قبول کیا، خاص طور پر ہند و پاک میں کثرت سے ایسے مدارس اور مکاتب قائم ہو چکے ہیں جن کا طریقۂ کار ندوۃ العلماء کی دعوت پر ان کے لبیک کہنے اور یہاں کے تخیل اور نصاب کو عصر حاضر کیلئے مشعل راہ تسلیم کرنیکا سچا ثبوت فراہم کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دنیا کی سیاسی و غیر سیاسی تمام تحریکیں جن کی بنیاد خالص کفر و الحاد، دھریت اور زندقہ پر ہے، ان کی اولوالعزمی اور پیہم کوششوں نے "ندوۃ العلماء" کی ضرورت و اہمیت کو اور روشن کر دیا ہے۔

اس موقع پر ایڈیٹر معارف کے چند حکیمانہ الفاظ کا نقل کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جو ان کا ذکر اس سے قبل تعمیر حیات میں آچکا ہے۔

"اسلامی علوم کے کچھ اصول اور طریقے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جو ہمیشہ یکساں ہی رہیں گے اور کچھ طریقے زمانہ کے حالات اور تقاضوں کے مطابق بدلتے رہتے ہیں، انکے بغیر دین کی صحیح خدمت نہیں ہو سکتی" (شذرات معارف جنوری ۱۹۶۳ء)

حضرت احمد ؒ

الٰہی تیری مدحت کیلئے کیا فکر کیجئے گا — کہاں ہے دُوسرا جس سے تری تشبیہہ دیجئے گا
تمنائی کی جیب آرزو کس طرح سی جئے گا — شراب اشتیاق حمد کن ہونٹوں سے پی جئے گا
ادب اے دیدۂ بینا یہ باب کبریائی ہے، — فراق اے خود پسندی جوشِ شوق جبہہ سائی ہے
لحاظ اے گوشِ شنوا موقع یزداں ستائی ہے — الگ رہ فکر دنیا ہم ہیں اور مدحت سرائی ہے
عطیۂ بے سبب ہر کردگار بندہ پرور کا — خداوند مقدس بے نیاز لطف گستر کا
ہمیں لازم ہے سچے صانع قدرت کے قائل ہوں — رضا جوئی میں اس کی جان اور دل سے مائل ہوں
اسی کے ناوک الفت سے دل سینوں میں گھائل ہوں — اسی کے لطف پہ نازاں اسی کے در کے سائل ہوں
چراغ مہر و شمع مہ اسی کی لو سے جلتے ہیں — ارادہ سے اسی کے کوہ سے چشمے اُبلتے ہیں
اسی کے حکم ہی سے رات دن پہرے بدلتے ہیں — کواکب ٹھیک اپنی اپنی رفتاروں پہ چلتے ہیں
یہ حیرت خیز اس خلاق کی قدرت نمائی ہے — کہ ہر اک شی کو اپنی دھن میں ذوق خودستائی ہے
انا الموجود کا غیری ہر اک سر میں سمائی ہے — ندا ہونے کے لائق انتظام کبریائی ہے،
اسی سرکار سے ملنا سبھوں کو آب و دانہ ہے — ہے ذات اس کی غنی محتاج ہر فرد زمانہ ہے
عجب سرکار ہے ڈنکا ہے ہر سو اسکی عظمت کا — ٹھکانا ہی نہیں ہے رفعت ایوان دولت کا،
کبھی دریائے لطف خاص سلطاں جوش زن ہو کر — معاصی پر بہا دیتا ہے پانی ذو المنن ہو کر
جدا کب تک رہوں اے خالق کون و مکاں تجھ سے — تجھی کو چاہتا ہوں اے خداوند جہاں تجھ سے،
تو ہی اجسام کا خالق مربی تو ہی جانوں کا، — ترے خوان کرم پر جمگھٹا ہے مہمانوں کا
جو خود مٹ جائے وہ کیا ہو کسی کے درد کا مرہم — کرے محتاج کیونکر حوصلہ حاجت روائی کا

تو آقا ہم ترے چاکر تو مولا ہم ترے بندے
کرم شیوہ ترا یاں ہاتھ میں کاسہ گدائی کا!

پرنٹر پبلشر محمد الحسنی نے شاہی پریس نت اللہ روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء سے شائع کیا۔

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

العقیدۃ السنیۃ
از مولانا محمد اویس صاحب ندوی شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء
یہ کتاب شاہ ولی اللہؒ کے رسالہ العقیدۃ الحسنۃ کی شرح ہے، اس کتاب میں نازک اور پیچیدہ مسائل اس طرح آسان اور واضح کر دیئے گئے ہیں کہ طلباء تھوڑی سی محنت سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں، مولانا نے اس سلسلہ میں ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ اور بعض دوسرے ائمہ کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے، مدارس عربیہ کیلئے ایک بیش بہا کتاب، طلبہ اور اہل علم کیلئے بہترین تحفہ۔
قیمت ۲۵/

سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ
از: سید محمد الحسنی، مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"
پیش نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی تاریخ آفریں تحریک کا قیام، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار دور نظامت، سلوک و تربیت اور عمومی بیعت و اصلاح کے ساتھ ساتھ رد عیسائیت، بہار میں فتنۂ قادیانیت کے استیصال پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے سامنے آجائے۔ کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

تمرین الصرف ○ تمرین النحو
جب ہمارے مدارس میں کم عمر کے طلبہ داخل ہونے لگے ہیں، پڑھانے والوں کو اسکا احساس ہونے لگا ہے کہ صرف و نحو کی پرانی کتابیں انکے سن و سال، ذہن و طبیعت کیساتھ مناسبت نہیں رکھتیں، دار العلوم نے اسی بات کے پیش نظر بچوں کیلئے صرف و نحو کا نیا نصاب تیار کرنے کا کام شروع کر دیا ہے اور اسکی دو کتابیں تمرین الصرف و تمرین النحو شائع ہو چکی ہیں، یہ دار العلوم کے فضلاء مولانا محمد مصطفےٰ ندوی، مولانا عبد الماجد ندوی، مولانا معین اللہ ندوی نے مرتب کیا ہے۔
قیمت بالترتیب ۔/۔، ۔/۔

مسئلہ ختم نبوت ۔ علم و عقل کی روشنی میں
تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء
اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے!
قیمت:- ۲ روپے ۲۵ نئے پیسے

دہلی اور اُسکے اطراف
از مولانا حکیم سید عبد الحی رح، سابق ناظم ندوۃ العلماء
یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، متنوع اور پختہ تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، گہری تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قسموں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جا بجا ملیں گے۔ قیمت مجلد ۔/۔ روپیہ

جزیرۃ العرب
از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء
یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت و تاریخ و ادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں ماخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے، اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جا بجا وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے، اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔
قیمت ۔/۔ روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن
از مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی
چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم ربانی شیخ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، احوال، ارشادات و ملفوظات، جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف و شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ تصوف شریعت کی روح ہے، وہ حضرت مجدد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔
قیمت ۔/۔